تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

مذہبی، علمی اور تحقیقی رسالہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ پاکستان

فروری سنہ ۱۹۵۹ء

فہرست مضامین

• یاجوج وماجوج کے متعلق قرآنی خبر صـ۱ • "فرعونیت" کا آخری مظاہرہ صـ۳
• فضیلت مسیحؑ از روئے قرآن مجید کی حقیقت صـ۴
• جلوۂ فاران (ایک نئی تحقیق) صـ۹ • شذرات صـ۱۲
• فضیلت صحابہ کرامؓ از روئے قرآن صـ۲۵ • قیامت کی علامات صـ۳۱
• صفائی اور اس کے متعلق ضروری امور صـ۳۳
• مناقب الصحابۃؓ (عربی قصیدہ) ٹائیٹل ۲ الف
• ہمارے عقائد (اردو نظم) ٹائیٹل ب

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

سالانہ چندہ پیشگی
پاکستان :- پانچ روپے
بیرون ممالک :- سات روپے یا بارہ شلنگ

رضی اللہ عنہم

مناقب الصحابة

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ

ان الصحابة كلهم كذكاء　　قد نوروا وجه الورى بضياء
تركوا أقاربهم وحب عيالهم　　جاؤا رسول الله كالفقراء
ذبحوا وما خافوا الورى من صدقهم　　بل آثروا الرحمن عند بلاء
تحت السيوف تشهدوا لخلوصهم　　شهدوا بصدق القلب في الإملاء
حضروا المواطن كلها من صدقهم　　حفدوا لها في حرة رجلاء
الصالحون الخاشعون لربهم　　البائتون بذكره وبكاء
قوم كرام لا نفرق بينهم　　كانوا لخير الرسل كالأعضاء
ما كان طعن الناس فيهم صادقا　　بل حشوة نشأت من الأهواء
إني أرى صحب الرسول جميعهم　　عند المليك بعزة قعساء
تبعوا الرسول برحله وثوائه　　صاروا بسبل حبيبهم كعفاء
نهضوا لنصر نبينا بوفاء　　عند الضلال وفتنة صماء
وتخيروا لله كل مصيبة　　وتهللوا بالقتل والإجلاء
أنوارهم فاقت بيان مبين　　يسود منها وجه ذي الشحناء
فانظر إلى خدماتهم وثباتهم　　ودع العدا في غمة وصلاء
يا رب فارحمنا بصحب نبينا　　واغفر وأنت الله ذو آلاء
والله يعلم لو قدرت ولم أمت　　لأشعت مدح الصحب في الأعداء
إن كنت تلعنهم وتضحك خسة　　فارقب لنفسك كل استهزاء
من سب أصحاب النبي فقد ردى　　حق فما في الحق من إخفاء

ایڈیٹر:۔	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	نائب ایڈیٹرز:۔
ابوالعطاء جالندھری	ماہنامہ الفرقان ربوہ	۱۔ مسعود احمد دہلوی ۲۔ خورشید احمد شاد
جلد ۹	فروری ۱۹۵۹ء شعبان ۱۳۷۸	شمارہ ۲

یاجوج و ماجوج کے متعلق قرآنی خبر

قرآن مجید نے دو مقامات پر یاجوج و ماجوج کے نام سے ان کی **ماضی** اور ان کے **مستقبل** کا ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید نے چودہ سو سال پیشتر یہ خبر دی تھی کہ یہ قومیں ایک زمانہ تک اپنے ملکی حدود میں محدود رہنے کے بعد باہر نکلیں گی۔ اور ایسا معلوم ہوگا... **وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ** کہ وہ گویا ہر بلندی اور ہر بالائی کو پھاند رہی ہیں۔ وہ صفحۂ زمین پر چھا جائیں گی اور ہر نشیب و فراز پر انکا نفوذ اور اثر ہوگا۔

سورۃ الکہف میں یاجوج و ماجوج کو "**مفسدون فی الارض**" قرار دے کر دوسری قوموں کے **ذوالقرنین** 'مامور ربانی' سے یاجوجی ماجوجی فتنہ کا مقابلہ کرنے اور ان کے شر سے محفوظ رکھنے کی درخواست کی گئی ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے۔ کہ **وقت موعود** آنے پر یہ دونوں بلاک (یاجوج ۔ ماجوج) باہم گتھم گتھا ہو نگے۔ وہ مقابلتاً اپنی ایجادات اور مصنوعات پر نازاں ہوں گے۔ لیکن جب یہ قومیں **خدا کے فرستادہ** کی آواز پر کان نہ دھریں گی۔ تو آخرکار ان کو تباہ ہو کر جہنم کا ایندھن بننا پڑیگا (الکہف ۹۴ تا ۱۰۴)

دوسری جگہ سورۃ الانبیاء میں یاجوج و ماجوج کے کامل عروج کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر **وعدہ الٰہی** کے ظہور کی خبر دی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اس وقت یہ قومیں آسمانی گرفت کے نیچے آجائیں گی اور ان کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ ان کی ترقیات اور **اختراعات** ان کی تباہی کا ذریعہ بن جائیں گی اور انکے خود ساختہ **معبود** کسی کام نہ آسکیں گے (سورۃ الانبیاء ۹۶ تا ۱۰۰)

قرآن مجید کے ان دونوں مقامات کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے حسب ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں:۔

اوّل ۔ یہ دونوں قومیں ایک ہی سلسلہ کی

دو کڑیاں ہیں اور دونوں کا مقصود و مدعا بھی ایک ہے ۔ کہ اجیج یعنی ناری طاقتوں سے سب چیزوں کو مسخر کیا جائے اور اپنے اقتدار کی طنابیں زمین کے کناروں بلکہ خلا اور فضاؤں تک پھیلا دی جائیں ۔

دوم :۔ دونوں قوموں کا محاذ اسلام اور توحید کے خلاف ہوگا ۔ اور دنیوی طور پر بنی نوع انسان کی بہبودی کی بجائے ملکوں کی لوٹ کھسوٹ ان کا نصب العین ہوگا ۔ یہ طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تثلیثی عقیدہ اور عیسائی قوموں اور استعماری قوتوں کی علمبردار ہونگی ۔

سوم :۔ اس ہولناک روحانی تباہی کے وقت اللہ تعالیٰ نفخ صور کرے گا اپنے موعود کو برپا کرے گا ۔ اور اس کے ذریعہ سے زمین پر پھیلی ہوئی یاجوج و ماجوج کی قوموں کو اسلام کی دعوت دے گا ۔ ان لوگوں کے انکار اور عناد کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک بڑی حد تک باہم لڑ کر نیست و نابود ہو جائیں گی اور انکی باقی ماندہ تباہی آسمان سے برسنے والے "شُوَاظٌ من نارٍ" کے ذریعہ تکمیل تک پہنچے گی ۔ تب شرک کا خاتمہ ہوگا اور مادہ پرستی پر زوال آئے گا ۔ اور پھر ایک مرتبہ خدا کی کامل توحید پورے جلال سے زمین پر جلوہ گر ہوگی ۔ اور یہ دنیا ایک بقعۂ نور بن جائے گی ۔

یہ نتائج یاجوج و ماجوج کے سلسلہ میں قرآنی بیانات سے بالبداہت ثابت ہیں ۔ قرآنی بیان کی جامعیت اور عربی الفاظ کی وسعت صراحتاً ان پر دلالت کرتی ہے ۔ یاد رہے کہ قرآن مجید میں حدیثوں والا لفظ **دجال** وارد نہیں ہوا ۔ اس کی بجائے صرف **یاجوج و ماجوج** کا لفظ آیا ہے اور خدا کے لئے بیٹا قرار دینے کو سب سے بڑا فتنہ ٹھہرایا ہے تدبر کیا جائے تو دنیوی ترقی اور کثرت سامانیوں کے لحاظ سے جس قوم یا اس کے لیڈروں کو یاجوج و ماجوج کہا گیا ہے ۔ اسی کی مذہبی فتنہ اندازیوں اور توحید کے خلاف انتہائی ہنگامہ آرائیوں کے باعث اسے اور اس کے زعیم کو دجال ٹھہرایا گیا ہے ۔

گویا یہ دونوں لفظ دو مختلف اعتباروں کے لحاظ سے ایک ہی جگہ چسپاں ہوتے ہیں ۔ جناب **ایڈیٹر** صاحب ہفت روزہ "ایشیا" لاہور نے لکھا ہے :۔

> " **احادیث** میں آخری زمانے کی اس مادی تہذیب کے زعیم کو دجال کے نام سے پکارا گیا ہے "۔
>
> (۲۳ جنوری ۵۹ء)

ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے یہ بیانات اسکے **کلام خدا** ہونے پر شاہد و ناطق ہیں **اور** دجال یا یاجوج و ماجوج کی ترقیات اور پھر ان ترقیات کے انجام پر دلالت کر رہی ہیں ان کا **کلام رسول** ہونا بھی اظہر من الشمس ہے ۔ کیونکہ اگر یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر نہ کی جاتیں تو آپ کس طرح ان کے بارے میں ڈیڑھ ہزار سال پیشتر اطلاع دے سکتے تھے ۔

یاجوج و ماجوج کا ظہور مسلمانوں کے لئے کسی گھبراہٹ کا موجب نہیں ہو سکتا کیونکہ جس خدا نے ان کے ظاہر اور غالب ہونے کی خبر دی تھی ۔ اسی نے بتا دیا ہے ۔ کہ ان قوموں کا انجام کیا ہوگا ۔ اور یہ کہ آخر کار اسلامی تہذیب غالب آئے گی ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام فتنوں سے محفوظ رکھے **آمین**

"فرعونیت" کا آخری مظاہرہ!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وقال فرعون یا ایھا الملأ ما علمت لکم
من الٰہ غیری فاوقد لی یا ھامان علی الطین
فاجعل لی صرحا لعلی اطلع الی الٰہ موسیٰ
وانی لاظنہ من الکاذبین ۔ واستکبر ھو
وجنودہ فی الارض بغیر الحق وظنوا
انھم الینا لا یرجعون ۔ فاخذنٰہ وجنودہ
فنبذنٰھم فی الیم فانظر کیف کان
عاقبۃ الظالمین (القصص ۳۸ تا ۴۰)

ترجمہ :- فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار! میرے علم میں تو بجز میرے تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے (مگر موسیٰ ایک بلند و بالا خدا کا داعی ہے اسلئے) اے ہامان تو میرے لئے گارے کی اینٹوں کو پختہ کرکے ایک عظیم الشان اونچا محل تیار کر تا میں موسیٰ کے پیش کردہ خدا کو جھانکوں۔ اور یوں مجھے خیال ہے کہ وہ جھوٹا ہی ہے۔ فرعون اور اس کے لشکروں نے زمین میں بلا وجہ تکبر کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئینگے۔ تب ہم نے فرعون اور اس کے لشکروں پر گرفت کی اور ان کو سمندر کی تہ میں پھینک دیا تو غور کر کہ ظالموں کا کیا انجام ہوا؟"

ساڑھے تین ہزار برس پہلے یہ واقعہ ہوا تھا۔ اس واقعہ سے فرعون کی بدذوقی اور اس کے عامیانہ تمسخر کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ ازراہِ تمسخر آسمانوں پر جاکر خدا کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سمندر کی تہ میں اپنی قدرت دکھائی۔ اب روس والوں نے الٰہی نوشتوں کی خبروں کے مطابق آسمانوں کی طرف راکٹ پھینکنے شروع کئے ہیں اس پر فرعون مزاج روسی نمائندہ نے ماسکو ریڈیو پر کہا ہے۔

"روسی راکٹوں کو کسی اعلیٰ و ارفع ہستی کا پتہ نہیں چلا جسے مذہبی لوگ خدا کہتے ہیں اور اسکی عبادت کرتے ہیں"

معلوم ہوتا ہے کہ روسی اپنی مادی ترقیات کے باعث فرعون سے بھی بڑھ کر احمقانہ انداز اختیار کرنے والے ہیں مگر الحی القیوم خدا اپنی قدرتوں کو آج بھی اسی طرح ظاہر کر سکتا ہے جس طرح پہلے کیا کرتا تھا۔ ماسکو ریڈیو کے ملحدانہ الفاظ ابھی گونج ہی رہے تھے۔ کہ رائٹر نے ذیل کی خبر شائع کردی :-

"ماسکو میں انفلوئنزا کی شدید وبا"

ماسکو۔ یکم فروری۔ روسی دارالحکومت میں انفلوئنزا کی وبا انتہائی شدت سے پھیل گئی ہے۔ اور شہر کے بے شمار باشندے صاحب فراش ہیں۔ یہ وبا اس شدت سے پھیلی ہوئی ہے جیسی اب سے دو سال پہلے پھیلی تھی ہسپتالوں میں مریضوں کی کثرت ہے۔ اور خود بہت سے ڈاکٹر نرسیں اور عملہ کے دوسرے افراد بھی انفلوئنزا سے بیمار پڑے ہیں۔ سرکاری دفاتر اور سکولوں میں حاضری کم و بیش نصف رہ گئی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ موسم تبدیل ہونے کے بعد جو ٹھنڈک پھر شروع ہوگئی اس کی وجہ سے انفلوئنزا پھیلا ہے۔"

(رائٹر)

(بحوالہ نوائے وقت لاہور ۲ فروری ۵۹ء)

کیا یہ خداتعالیٰ کی قدرت کا فوری نشان نہیں ہے؟

فضیلتِ مسیحؑ از روئے قرآن مجید کی حقیقت

ایک دلچسپ مناظرہ کے حالات

(از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)

۱۹۰۹ء میں خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے ارشاد کے ماتحت لاہور میں مقیم تھا۔ اُن دنوں لاہور میں گاہے گاہے مختلف مذاہب کی طرف سے جلسے کئے جاتے تھے جن میں اشتہارات کے ذریعہ دیگر اہلِ مذاہب کو بلایا جاتا۔ دوسرے اسلامی فرقوں کے علماء میں سے تو بہت کم اس طرف توجہ کرتے لیکن ہم احمدی جب بھی عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے دعوت دی جاتی ان جلسوں اور مناظروں میں شمولیت اختیار کرتے۔ ۱۹۰۹ء میں میں ابھی نیا نیا لاہور پہنچا تھا کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک بڑا پوسٹر شائع کیا گیا۔ جس میں ایک نو عیسائی غلام مسیح (صاحب پادری) نے مسلمانوں کو بحث کے لئے چیلنج دیا تھا اور لکھا تھا کہ وہ قرآن کریم کے ذریعہ حضرت مسیحؑ کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت کرے گا۔ اور مسلمانوں کو بھی بتایا جائے گا کہ وہ غلام محمدؐ سے غلام مسیح کیسے بنا!۔

لیکچر کا انتظام نیلا گنبد کے پاس ایک بڑے ہال میں کیا گیا۔ عیسائیوں کے اشتہارات اور اعلانات کی وجہ سے مسلمان بھی کثرت کے ساتھ اپنے علماء کو لیکر پہنچے۔ اور وہ ہال باوجود کافی وسیع ہونے کے بھر گیا۔ بہت سے لوگوں کو باہر بھی کھڑا ہونا پڑا اور خاکسار احمدی احباب کی معیت میں سٹیج کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ جلسہ کی صدارت لاہور کے بڑے بشپ صاحب نے کی۔ بہت سے انگریز پادری بھی ارد گرد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صدر صاحب نے اشتہار ہاتھ میں لے کر اعلان کیا کہ پادری غلام مسیح کے لیکچر کا عنوان "فضیلتِ مسیح برہمہ انبیاء از روئے قرآن" ہے۔ جو صاحب اس مضمون پر کچھ کہنا چاہیں اُنہیں دس دس منٹ کا وقت ملے گا وہ اپنے اپنے نام ابھی پیش کر دیں۔ تا لیکچر کے اختتام پر باری باری اُن کو موقعہ دیا جا سکے۔

پادری غلام مسیح کی تقریر کا خلاصہ

پادری غلام مسیح نے تقریر شروع کرتے ہوئے تمہید میں کہا کہ میں فضیلتِ مسیح برہمہ انبیاء از روئے قرآن بیان کروں گا۔ جو علماءِ اسلام میرے لیکچر کی تردید میں کچھ کہیں وہ اس بات کی پابندی کریں کہ تردید از روئے قرآن کریم ہو۔ جو حوالہ یا آیت وہ قرآن کریم کے علاوہ پیش کریں گے وہ قابلِ قبول نہ ہو گی۔ پادری صاحب نے مندرجہ ذیل امور فضیلتِ مسیحؑ کے ثبوت میں پیش کئے:۔

(۱) مسیح کا بغیر باپ کے ہونا قرآن کریم کی رُو سے

ایسی فضیلت ہے جو دوسرے انبیاء میں نہیں پائی جاتی۔ بیشک آدم کی پیدائش بھی بغیر باپ کے ہے لیکن عصیٰ آدم ربّہ فغویٰ کی آیت سے وہ گنہگار ثابت ہوتے ہیں۔ کہاں معصوم مسیح اور کہاں عاصی اور گمراہ آدم؟

(۲) مسیح کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایّدنا ہ بروح القدس یعنی مسیح روح القدس سے مؤید تھا۔ یہ فضیلت بھی کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔

(۳) مسیح کی نسبت قرآن کریم میں لکھا ہے غلاماً زکیّاً یعنی وہ بچپن سے ہی پاک اور زکی تھا یہ خصوصیت بھی کسی اور کو حاصل نہیں۔

(۴) مسیح کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے حالانکہ اور کسی نبی کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور نہیں۔

(۵) مسیح کو توریت، انجیل اور کتاب اور حکمت سکھائی گئی جو کسی اور نبی کو نہیں سکھائی گئی۔

(۶) مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا جو کسی اور کو نہیں کہا گیا۔

جب پادری غلام مسیح کا لیکچر ختم ہوا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب وکیل لاہوری اور بعض دوسرے علماء نے جنہوں نے نام لکھوائے تھے باری باری کھڑے ہوتے لیکن ان علماء نے پادری صاحب کے مطالبہ کے مطابق اپنے جوابات قرآن کریم سے نہ دیئے بلکہ توریت اور انجیل کی عبارات پڑھ پڑھ کر اپنا وقت ختم کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک کی تقریر کے متعلق پادری صاحب اُٹھ کر کہہ دیتے کہ میرے مطالبہ کے مطابق قرآنی آیات کے ذریعہ سے کچھ نہیں کہا گیا۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ از روئے قرآن کریم حضرت مسیح کی فضیلت سب انبیاء پر ثابت ہوتی ہے۔ اگر یہ فضائل جو میں نے مسیح کے متعلق قرآن سے پیش کئے ہیں کسی اور نبی میں قرآن کی رُو سے پائے جاتے تو علماء اُن کو ضرور پیش کیا کرتے لیکن ان کا ایسا نہ کرنا مسیح کی فضیلت بر ہمہ انبیاء ثابت کرتا ہے چنانچہ پادری صاحب نے بار بار مسلمانوں اور اُنکے علماء کی اس کمزوری کو واضح کیا اور ان کو احساس دلایا۔

اسی اثناء میں اخیر میں صاحب صدر نے میرا نام بھی لیا۔ میں حیران تھا کہ میں نے تو اپنا نام پیش نہیں کیا میرا نام کس نے لکھوا دیا۔ میرے مکرم دوست ملک خدا بخش صاحب مرحوم و مغفور نے جو قریب ہی بیٹھے تھے بتایا کہ میں نے آپ کا نام لکھ کر بھجوا دیا تھا۔ جونہی میں سٹیج کی طرف بڑھا تو بہت سے غیر احمدی علماء میرے اردگرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے اور میری وضع اور لباس کی سادگی دیکھ کر مجھے حقارت سے کہنے لگے کہ تم نے سٹیج پر جاکر کیا بولنا ہے۔ اپنا وقت ہمیں دے دیں۔ میں نے عرض کیا کہ دوسرے علماء جو اب تک بولتے رہے ہیں وہ آپ کے بڑے بھائی اور آپ سے بڑھ کر تھے انہوں نے کیا کر لیا ہے جو آپ کر لیں گے۔ جس وقت ان علماء کے ساتھ میری تکرار ہو رہی تھی۔ تو صاحب صدر نے خیال کیا کہ اس شخص کا بولنا ہمارے لئے اور بھی مفید ہوگا چنانچہ اس نے اونچی آواز سے دوبارہ میرا نام پکارا اور سٹیج پر بلایا۔

میرے جوابات کا خلاصہ

میں جب سٹیج پر کھڑا ہوا تو میری وضع اور لباس دیکھ کر لوگوں نے مجھے جبہ پوش علماء کے مقابل پر بہت ہی حقیر خیال کیا اور سمجھا کہ اس کی آخری تقریر سے اسلام کی اور بھی رسوائی ہوگی اور بہت سے مسلمان

مرتد ہو جائیں گے۔ بیانے سب سے پہلے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا۔ اس کے بعد جو جوابات دیئے ان کا خلاصہ درج ذیل ہے میں نے کہا کہ:۔

(۱) پہلی بات جو پادری صاحب نے فضیلت مسیحؑ کے سلسلہ میں پیش کی ہے وہ ان کا بغیر باپ پیدا ہونا ہے۔

(الف) اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے بغیر باپ پیدائش کو کسی جگہ بھی وجہ فضیلت قرار نہیں دیا۔ پادری صاحب قرآن کریم کے حوالہ سے مسیحؑ کی پیدائش کو وجہ فضیلت ثابت کریں۔ ورنہ یہ ان کا خود تراشیدہ معیار ہے جس کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں۔

(ب) جو امر باعث فضیلت ہوتا ہے اس کی وجہ سے کسی کی مذمت نہیں کی جاتی۔ بلکہ لوگ امر فضیلت کو قابل مدح قرار دیتے ہیں۔ پادری صاحب کو معلوم ہے کہ قرآن کریم کی آیت وعلی مریم بہتانا عظیما۔ میں اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ مسیحؑ کو بن باپ پیدا ہونے کی وجہ سے یہودی ولدالزنا قرار دیتے تھے۔ اور مریم پر بدکاری کا الزام عائد کرتے تھے۔ پس اگر بغیر باپ پیدا ہونا مسیحؑ کے لئے باعث فضیلت ہے تو پھر یہ فضیلت یہودیوں کی طرف سے مسیحؑ کے لئے ندامت اور الزام کا باعث کیوں بنی۔ میرے خیال میں اگر پادری صاحب کی طرف بغیر باپ کے پیدا ہونے کی فضیلت منسوب کی جائے تو وہ بھی اس سے انکار کریں اور اس کو پسند نہ کریں۔

(ج) مسیحؑ کو آیت ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم الخ کی رو سے بلا باپ پیدا ہونے میں آدم علیہ السلام کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ اس مماثلت کی رو سے آدمؑ کا پلہ بھاری ہے کیونکہ حضرت آدم پر ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہونے کی وجہ سے کوئی الزام نہیں لگایا گیا لیکن مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے لئے بھی اور اپنی والدہ کے لئے بھی باعث الزام ہوئے پس فضیلت حضرت آدمؑ کی ثابت ہوئی۔ نہ کہ حضرت مسیحؑ کی۔

(د) پادری صاحب نے فعصیٰ آدم ربہ فغویٰ پیش کر کے آدمؑ کو گنہگار اور مسیحؑ کو پاک ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ حالانکہ حضرت آدمؑ کے متعلق قرآن کریم میں یہ بھی وارد ہے۔ فنسی ولم نجد لہ عزماً یعنی آدمؑ نے غلطی بھول کر کی۔ ارادۃً نہ کی۔ اور قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا ہے۔ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم یعنی آدمؑ کی وہ شان اور عظمت ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ آدمؑ بقول پادری صاحب گنہگار ہو کر بھی اس شان کا ہے۔ کہ فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن مسیحؑ معصوم ہو کر بھی اس علو مرتبت تک نہ پہنچ سکا۔

(ھ) آیت ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم کی رو سے مسیحؑ آدم کا مثیل ہے پس اگر آدم گنہگار رہے۔ تو مسیح بھی گنہگار ہوا۔ اور بے عیب ثابت نہ ہوا۔ ہاں مسیحؑ کے معصوم اور بے گناہ ہونے کے باوجود انجیل کے حوالہ کے مطابق شیطان اس کے پیچھے چالیس دن تک پڑا رہا۔ کہ وہ اسے سجدہ کرے پس پادری صاحب موازنہ کر لیں کہ وہ ہستی افضل ہے جس کو فرشتے

سجدہ کریں یا وہ جس کو شیطان کہے کہ مجھے سجدہ کرو؟

دوسرے سوال کا جواب

دوسری بات پادری صاحب نے مسیحؑ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے آیت اَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ پیش کی ہے یعنی حضرت مسیحؑ روح القدس سے تائید یافتہ تھے اس کا جواب یہ ہے۔

(الف) کہ قرآن کریم میں سورۃ حجر میں حضرت آدمؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ اس سے ظاہر ہے کہ آدم کو مٹی سے تیار کر کے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح نفخ کی اور اس نفخ روح کی وجہ سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ اس کے لئے سجدہ میں گر جائیں۔ لیکن حضرت مسیحؑ کی تائید روح القدس سے کی گئی جو ایک فرشتہ ہے جیسا کہ آیت قُلْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ یعنی کلام الٰہی کا نزول روح القدس کے ذریعے سے فرمایا جاتا ہے سے ظاہر ہے اب آدم اور مسیحؑ کا قرآن کریم کی رو سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ آدمؑ میں خدا تعالیٰ کی روح پھونکی گئی ہے جس کی وجہ سے فرشتوں کو اس کے لئے سجدہ کا حکم ملا ہے لیکن مسیحؑ کو صرف ایک فرشتے یعنی روح القدس کی تائید حاصل ہوئی ہے۔

(ب) پادری صاحب کا منشا یہ ہے کہ جو وجہ فضیلت مسیحؑ انہوں نے قرآن کریم سے پیش کی ہے۔ وہ قرآن کریم سے کسی اور نبی کے لئے ثابت کی جائے لیکن اگر میں یہی فضیلت نبی کریمؐ کی بجائے آپ کے متبعین کے متعلق ثابت کر دوں تو انبیاء کے متعلق بدرجہ اولیٰ یہ فضیلت ثابت ہو جائے گی کیونکہ تابع کو جو کمال حاصل ہوتا ہے۔ وہ نبی متبوع کی فضیلت اور کمال کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے قرآن کریم کی سورۃ مجادلہ میں حضرت نبی کریمؐ پر ایمان لانے والوں کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ یعنی آنحضرتؐ کے صحابہ کو جو غیر نبی تھے روح القدس سے بڑھ کر روح من اللہ کی تائید حاصل تھی پس جو فضیلت پادری صاحب کے نزدیک مسیحؑ کیلئے مخصوص تھی۔ اس سے بڑھ کر آنحضرتؐ پر ایمان لانیوالوں کے متعلق ثابت ہے۔

تیسری خصوصیت اور اس کا جواب

تیسرے پادری صاحب نے غُلٰمًا زَکِیًّا کے الفاظ کو وجہ فضیلت قرار دیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح کا ذکر جہاں بھی قرآن کریم میں کیا گیا ہے وہ یہود اور نصاریٰ کی طرف سے بیجا مذمت اور بیجا غلو کی تردید اور ذب کے طور پر ہے ان فضائل مخصوصہ کا ذکر دوسرے انبیاء کے متعلق اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان کے متعلق اس قسم کے الزامات نہ تھے اور نہ ان کی تردید کی ضرورت تھی۔ چونکہ یہود عَلٰی مَرْیَمَ بُہْتَانًا عَظِیْمًا کے رو سے حضرت مسیح کی پیدائش کے متعلق الزام عائد کرتے تھے اور اس الزام کی تردید ضروری تھی۔ اس لئے آپ کو غلام زکی کہا گیا۔ ورنہ ہر بچہ بچپن میں زکی اور پاک ہوتا ہے ان الفاظ سے صرف مسیحؑ کی پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے لیکن ہمارے آقا آنحضرتؐ کی نسبت قرآن کریم میں مختلف مقامات پر یُزَکِّیْہِمْ کے الفاظ آتے ہیں یعنی نہ صرف یہ کہ وہ خود زکی تھے بلکہ آنحضرتؐ بوجہ مزکی ہونے کے مسیحؑ سے بدرجہا افضل ثابت ہوتے ہیں۔

چوتھی خصوصیت اور اس کا جواب

مسیح کے متعلق چوتھی وجہ فضیلت پادری صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ ان کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہوا ہے۔ پادری صاحب اس بات کا ثبوت دیں کہ قرآن کریم میں کسی کا نام ہونا قرآن کریم کی رُو سے اس کے لئے فضیلت ہے۔ اگر پادری صاحب کے معیار کو صحیح تسلیم کیا جاوے تو کیا فرعون، ہامان، قارون، شیطان، ابلیس، خناس کا ذکر قرآن کریم میں آجانے سے یہ سب فضیلت مآب ثابت ہوتے ہیں؟ اسی طرح بائیبل میں سینکڑوں خدا کے دشمنوں کا نام آیا ہے کیا اس وجہ سے وہ افضل ثابت ہو جائیں گے؟ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون۔ یعنی قرآن کریم میں جن قصص اور واقعات کا بنی اسرائیل کے متعلق ذکر آتا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تا ان کے اختلافات کی اصل حقیقت واضح کی جائے۔ پس جب مریمؑ اور ابن مریمؑ کے تفصیلی ذکر سے یہودیوں اور عیسائیوں کے اختلافات پر بہترین روشنی پڑتی تھی تو ان کا ذکر ضروری تھا۔ دوسرے انبیاء کی اُمہات کا نام لینے کی چونکہ ضرورت نہ تھی اسلئے ان کے نام نہ لئے گئے۔

پانچویں خصوصیت

مسیح کی پانچویں خصوصیت اور فضیلت یہ پیش کی گئی ہے کہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق ان کو کتاب و حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسیح کو تورات اور انجیل جیسی مخصوص القوم اور مخصوص الزمان تعلیم دی گئی ہے تو حضرت محمد رسول اللہؐ کو قرآن مجید جیسی جامع اور عالمگیر کتاب عطا کی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے لیکن آنحضرت کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے۔ جو کتاب اور حکمت مسیح نے سیکھی وہی کتاب اور حکمت ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ کی رُو سے آنحضرتؐ کے صحابہؓ نے آپ سے سیکھی پس اگر کتاب اور حکمت کا سیکھنا کوئی فضیلت ہے تو صحابہ کرامؓ اس میں مسیح کے شریک ہیں۔ پس پادری صاحب غور فرمائیں کہ کتاب و حکمت سیکھنے والا افضل ہے یا اس کو سکھانے والا۔

چھٹی خصوصیت

چھٹی وجہ فضیلت مسیح کے متعلق پادری صاحب نے انکا کلمۃ اللہ ہونا بیان کی ہے میں نے اسکے جواب میں لوکان البحر مداداً لکلمٰت ربی الخ اور آیت انما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہٗ کن فیکون کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ اگر مسیح کو کلمۃ اللہ ہونیکی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہے تو اس خصوصیت میں کائنات کا ذرہ ذرہ شریک ہے اور اس اشتراک کی وجہ سے مسیح کی کوئی خصوصیت اور فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

میرے جوابات کا اثر

یہ جوابات جن کا خلاصہ اوپر بیان کیا گیا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختصر وقت میں بیان کر دیئے۔ ان جوابات کا ایسا اثر ہوا کہ جونہی میں ایک بات کا جواب ختم کرتا ہال خوشی کے نعروں سے گونج اٹھتا تھا۔ مجھ سے پہلے علماء کے جوابات سے جو مایوسی پیدا ہو چکی تھی میرے جوابات سے (جو پادری صاحب کے مطالبہ کے عین مطابق تھے) خدا کے فضل سے دور ہو گئی۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو وہ لوگ جو احمدیوں کو برا سمجھتے تھے کہنے لگے کہ آخر احمدی بھی تو ہمارے بھائی ہیں انکے جوابات سے اسلام کی خوب نصرت ہوتی ہے۔ پادری غلام مسیح تردیداً تو کچھ نہ کہہ سکے صرف اتنا کہا کہ اس بچے نے اور رنگ میں جوابات دیئے ہیں۔ جب میں ہال سے باہر نکلا تو بچاس ساٹھ جوشیلے مسلمانوں نے مجھے حلقہ میں لے لیا اور بعض نے جوشِ مسرت سے اوپر اٹھا لیا اور بار بار الحمد للہ کہا۔ مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو ان دنوں ایف اے کلاس میں پڑھتے تھے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ آج آپ جواب نہ دیتے تو مسلمانوں کو بہت مایوسی ہوتی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ (مرسلہ محمد حسین شاہ صاحب راولپنڈی)

ایک تحقیقی مقالہ

جلوۂ فاران

بشارت توراۃ کے متعلق تحقیقات جدیدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آخری درس

توراۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آخری پیغام ایک خوبصورت عبرانی نظم کی صورت میں ملتا ہے۔ اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی بایں الفاظ درج ہے۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے ہے۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔ اسکے سب مقدس لوگ اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ اس کے قدموں پر بیٹھے ہیں۔ وہ اس کے پردوں پر پرواز کرتے ہیں (یا ہر ایک اسکی باتوں سے مستفیض ہوگا)

(استثناء ۳۳ باب ۲۔۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان الفاظ میں دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنے والے ایک عظیم الشان نبی کی پیشگوئی کی ہے اور بتایا ہے۔ کہ وہ ایک جلالی شریعت لیکر کوہ فاران سے جلوہ گر ہوگا دس ہزار قدسیوں کا نشان نبی موعود کی شناخت کے لئے ایک خاص نشان ہے۔ جو کہ عام طور پر انبیاء نے بیان کیا ہے

صحیفہ حنوک کی بشارت

آدم کی ساتویں پشت میں "حنوک" یعنی ادریس نبی نے سب سے پہلے پیشگوئی کی "دیکھو خداوند اپنے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آتا ہے۔ تاکہ سب لوگوں کی عدالت کرے اور سب بے دینوں کو انکے سارے کاموں پر جو انھوں نے بے دینی سے کئے۔ اور ساری سخت باتوں پر جو بے دین گنہگاروں نے اسکی مخالفت میں کہی ہیں۔ ملزم گردانے"

(صحیفہ حنوک باب ۱ آیت ۹)

رگ وید کا موعود

۲۔ رگ وید میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ آنیوالے نبی موعود (محمد ﷺ) رشی کی پیشگوئی ان الفاظ میں پائی جاتی ہیں "گاڑیوں والے۔ حق نواز۔ نہایت دانا۔ طاقت ور سخی ماہر (محمد رشی) نے کلام کے ساتھ مجھے نوازا۔ بہ قدرت کا فرزند۔ سب خوبیاں رکھنے والا۔ رحمۃ للعالمین۔ دس ہزار (صحابہ) کے ساتھ مشہور ہوگیا ہے"۔

(رگ وید منڈل ۵ سوکت ۲۷ منتر ۱/۲)

غزل الغزلات کا محبوب

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی ایک اعلیٰ درجہ کی غزل میں جو کہ بائیبل میں غزل الغزلات کے نام سے درج

۱ے بائیبل کے تراجم بعض جگہ مختلف ہیں۔ ملاحظہ ہو بے سک بائیبل۔ ماڈرن کا ترجمہ بائیبل۔ ریوائزڈ ورشن

ہے۔ اپنے حبیب "محمدؐ" نامی کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس
ہزار کا سردار ہے۔ ہاں وہ محمدیم ہے
اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا پیارا۔ یہ
ہے۔ میرا محبوب"۔

(غزل الغزلات ۵ : ۱۰ تا ۱۶)

حبقوق نبی کی پیشگوئی

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سات سو سال بعد بھی کوہ فاران سے ظاہر ہونے والے ایک عظیم الشان نبی کا انتظار ہمیں ملتا ہے۔ حبقوق نبی کی بشارت کے الفاظ یہ ہیں

"خداوند جنوب سے اور قدوس کوہ فاران
سے آئیگا ——— سلاہ ———
اس کے جلال نے آسمانوں کو چھپالیا اور
زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی
جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے
ہاتھ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں۔
.... اس کی آمد پر کوشان
کے خیموں پر مصیبت پڑی۔ اور ارض مدیان[۱]
کے پردے کانپ گئے (حبقوق ۳ : ۳ تا ۷)

حواری چشم براہ ہیں

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بھی دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنے والے اس عظیم الشان نبی کے لئے چشم براہ نظر آتے ہیں یہودا حواری کے خط میں لکھا ہے۔

"حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت
میں تھا یہ پیشگوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند
اپنے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آتا ہے"۔

(یہودا ۱۴ ریوائزڈ ورشن)

پیشگوئی کے اس تسلسل سے ظاہر ہے۔ کہ فاران سے آمد اور دس ہزار قدسیوں والا نشان آنے والے عظیم الشان پیغمبر کا ایک خاص نشان ہے۔ جس کا ذکر خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں اور رشیوں نے کیا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب فاران کی پہاڑیوں یعنی جبال مکہ میں سے گذر کر فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ تو آپ کے ساتھ پورے دس ہزار صحابہ تھے۔

اس عظیم الشان واقعہ کی طرف انبیاء سابق کی بشارت میں اشارہ کیا گیا۔ اور بتایا گیا۔ کہ آنے والا نبی دس ہزار قدوسی صحابہ کے ساتھ آئے گا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں دنیا کے لئے ایک جلالی شریعت ہوگی۔ جو کہ یمن و برکت کا موجب ہوگی۔ وہ نبی کنعان کے جنوب میں یعنی ارض حجاز میں برپا ہوگا۔ وہ جبال مکہ یعنی فاران سے ظاہر ہوگا۔ اس کا نام محمدیم یعنی محمدؐ صاحب عظمت ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم)

سینا شعیر اور فاران کے تین جلوے

مجھے اس وقت صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت میں تین جلووں کا ذکر ہے۔ جو کہ تین پہاڑوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جلوہ سینا مسلمہ طور پر بنی اسرائیل کے لئے تورات کے نزول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جلوہ شعیر اور فاران سے کیا مراد ہے۔

[۱] مدین حجاز کے شمال میں اور کوشان بھی عرب میں واقع تھا یہ شمالی عرب کے ایک قبیلہ کا نام تھا۔ کنسائز تفسیر بائیبل صفحہ ۴۴

یہ امر وضاحت طلب ہے۔

تورات کی رو سے کوہ شعیر بحیرہ مردار کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ (پیدائش ۱۴/۶)

اور اسی نام کا دوسرا پہاڑ یروشلم کے شمال مغرب میں واقع تھا۔ جس کا ذکر یشوع کی کتاب میں کیا گیا ہے۔ (یشوع ۱۵/۱۰)

فاران بروئے تورات اس بیابان کا نام ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور انکی اولاد آباد ہوئی (پیدائش ۲۱/۲۱)

مسلمان علماء نے جلوہ شعیر سے مراد حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی بعثت لی ہے۔ کیونکہ شعیر یہودیہ کی شمالی سرحد پر یروشلم کے شمال مغرب میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اور فاران سے مراد رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ ہے۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے جو کہ ارض حجاز یعنی بیابان فاران میں آباد ہوئے۔ اور جبال مکہ کا قدیمی نام فاران ہے۔

بشارت تورات کا ایک اور پہلو

پیشگوئی کی یہ وضاحت اپنی جگہ مکمل ہے لیکن علماء کے نزدیک اس عظیم الشان بشارت کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جو کہ ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ روحانی اور جسمانی برکت کے وعدے آل ابراہیم سے کئے گئے۔ حضرت ابراہیم نے۔ سارہ۔ ہاجرہ اور قطورا سے شادی کی۔ ان کی نسل سے چار عظیم الشان قومیں پیدا ہوئیں۔

۱۔ بنی اسماعیل

۲۔ بنی اسرائیل

۳۔ بنی قطورا

۴۔ بنی عیسو

۱۔ ناسپیڈ بائیبل ڈکشنری زیر لفظ "شعیر"

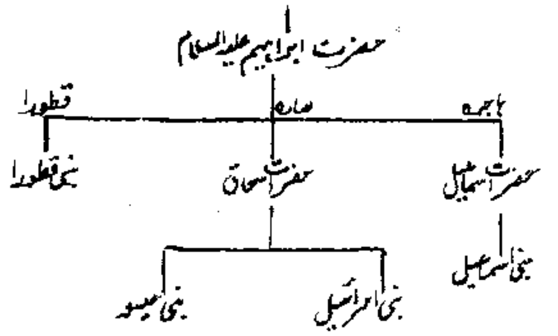

تورات کی رو سے بنی اسماعیل اور بنی قطورا ارض مشرق یعنی عرب میں آباد ہوئے۔ (پیدائش ۲۵/۶)

ان کا تعلق فاران سے تھا

بنی اسرائیل سینا سے متعلق تھے۔ کیونکہ اسی پہاڑ سے تورات کا نزول ہوا۔

بنی عیسو بحیرہ مردار کے جنوب مشرق میں کوہ شعیر کی سرزمین میں آباد ہوئے۔ (پیدائش ۳۶/۸)

ظاہر ہے۔ کہ سینا۔ فاران اور شعیر کے جلووں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری نسل میں انعامات و برکات کے نزول کا ذکر ہے۔ سینائی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد پے در پے انبیاء مبعوث ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ جلوہ شعیر سے مراد وہ ابراہیمی شاخ (بنی عیسو) ہے جو کہ ارض شعیر میں آباد ہوئے۔ اس علاقہ کیطرف حضرت ایوب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ فارانی سلسلہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اور آخر میں دس ہزار قدسیوں کے ساتھ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کوہ فاران سے ظاہر ہوئے جو کہ ساری نسل انسانی کے لئے کامل و اکمل شریعت لے کر آئے۔ اور بقول حسب بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکی نسل کے ذریعہ ساری دنیا کے گھرانوں نے برکت حاصل کی۔

ابراہیمی طیور

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ احیائے موتیٰ کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم

نے کہا کہ اے میرے رب مجھے بتا کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے ... فرمایا - تو چار پرندے لے انکو اپنے ساتھ سدھا لے - اور پھر ہر ایک کو پہاڑ پر رکھ دے اور پھر انہیں بلا وہ تیری طرف تیزی سے پرواز کرتے ہوئے آئیں گے -

(البقرہ آیت نمبر ۲۶۱)

ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کے ایک کشف کا ذکر ہے اور چار پرندوں سے جہاں چہار اطراف عالم کے لوگ مراد ہیں وہاں بطون قرآن کی رو سے یہ معنی بھی منطبق ہو سکتے ہیں کہ ان سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے پھوٹنے والی چار شاخیں ہیں - حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا گیا - کہ تیری نسل سے چار عظیم الشان قومیں پیدا ہونگی - اور مرور زمانہ کی وجہ سے وہ تیرے مسلک کو چھوڑ دیں گی - اور روحانی لحاظ سے مردہ ہو جائیں گی ان کی زندگی کی یہی صورت ہے - کہ ان کی نیک تربیت کی جائے - اور نیک تربیت بھی ایسے وجودوں کے ذریعہ ہو جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مثیل ہوں - اس قسم کے مقام ابراہیمی پر فائز لوگ جب بھی ابراہیمی طیور کو سدھا لیں گے - وہ اپنے آقا کی آواز پہچان کر اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے - اور ابراہیمی مسلک کو اختیار کر لیں گے -

الغرض بشارت تورات کی مذکورہ تعبیر کی رو سے سینا سے مراد اسرائیلی سلسلہ ہے - شعیر سے مراد وہ ابراہیمی نسل ہے - جو کہ بنو عیصو کہلائی - اور فاران سے مراد اسماعیلی نسل کے لوگ اور بنو قطوراؓ ہیں - جو کہ عرب میں آباد ہوئے

کوہ سینا مسلمہ طور پر وہ مقام ہے جہاں بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کا نزول ہوا - شعیر اور فاران کی تاریخی وضاحت ضروری ہے - تفصیل درج ذیل ہے -

بنو عیصو کی مختصر تاریخ

حضرت اسحاق علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام عیسو اور لقب ادوم تھا - وہ اپنے بھائی یعقوب سے ناراض ہو کر چلے گئے اور ارض شعیر میں آباد ہو گئے - حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک بیٹی انکے نکاح میں آئی - ارض شعیر میں حوری قوم کے لوگ بھی بستے تھے - (پیدائش ۲۸/۱۴ ، ۳۶/۲۰)

تقریباً ۱۴۲۰ قبل مسیح میں کوہ شعیر کے علاقہ سے حوریوں کو نکال دیا گیا - اور یہ سارا علاقہ بنو عیصو کے قبضہ میں آگیا - اور خدائے یہوواہ کے ماننے والوں کا مسکن بن گیا - ان کا دارالخلافہ مشہور و معروف مقام بطرا ہے - تورات میں لکھا ہے -

"پہلے شعیر میں حوری قوم کے لوگ بسے ہوئے تھے - لیکن بنی عیسو نے انکو نکال دیا اور انکو اپنے سامنے سے نیست و نابود کر کے آپ انکی جگہ بس گئے - جیسے اسرائیل نے اپنی میراث کے ملک میں کیا - جسے خداوند نے انہیں دیا"

(استثنا ۲/۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا :-

"تو لوگوں کو تاکید کر دے کہ بنی عیسو تمہارے بھائی جو شعیر میں رہتے ہیں تمہیں ان کی سرحد کے پاس سے ہو کر گذرنا ہے - وہ تم سے ہراساں ہونگے سو تم خوب احتیاط رکھنا - اور انکو مت چھیڑنا - کیونکہ میں انکی زمین میں سے <u>پاؤں دھرنے کی جگہ بھی تم کو نہیں دونگا - اس لئے کہ میں نے کوہ شعیر عیسو کو میراث میں دیا ہے"</u>

(استثنا باب ۲ آیت ۴ ، ۵)

ان دو حوالوں سے ظاہر ہے کہ جس طرح سینائی سلسلہ میں تعلق رکھنے والے بنی اسرائیل کو ارض کنعان کا وعدہ دیا گیا

۱؎ تاریخ بائیبل از ولیم جی بلیکی میں لکھا ہے - اسماعیل عرب کے ریگستان میں جا بسا - قطورا کے فرزند بھی اس کے ساتھ جا ملے - اسماعیلی اور (ابنائے قطورا) دونوں آپس میں خلط ملط ہو کر ایک ہی قوم بن گئے - تورات میں وہ کبھی مدیانی کبھی اسماعیلی کہلاتے ہیں [صفحہ ۹۱ و صفحہ ۹۳]

اور وہ اس پر قابض ہوگئے۔ اسی طرح بنی عیسو کو ارضِ شعیر میراث میں دی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بنی عیسو شعیر پر مکمل طور پر قابض ہوکر اپنی یہ میراث پاچکے تھے۔ اور یہ علاقہ مشرک قوموں کے قبضہ سے نکل کر خدائے یہواہ کے ماننے والوں کا مسکن بن چکا تھا۔ اور اس طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی وہ برکت جو عیسو کو دی گئی۔ پوری ہوتی۔ لکھا ہے۔

"تب عیسو نے اپنے باپ اسحاق سے کہا۔ کہ
اے میرے باپ مجھے بھی برکت دے۔ عیسو
چلاّ چلاّ کر رویا۔ تب اس کے باپ نے اس سے
کہا۔ دیکھ زرخیز زمین میں تیرا مسکن ہو۔ اور
اوپر سے آسمان کی شبنم اس پر پڑے"۔

(پیدائش ۲۷ / ۳۸، ۳۹)

یہ برکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں مکمل طور پر بنی عیسو کو حاصل ہوگئی۔ بنی عیسو ارضِ شعیر میں حوریوں کے ساتھ مل کر رہتے تھے۔ (پیدائش ۳۶ / ۸، ۲۰)

اب یہ ساری سرزمین خدائے یہواہ کے عبادت گزار لوگوں کے قبضہ میں آگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پکار اٹھے۔

"خدائے یہواہ شعیر سے طلوع ہوا"

بنی عیسو اور انعامِ نبوت

روحانی لحاظ سے بھی بنی عیسو انعامِ نبوت سے محروم نہ تھے بنی اسماعیل کے ساتھ انکی رشتہ داری تھی۔ بنی عیسو کی ایک ماں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ انکی نسل سے حضرت ایوب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ صحیفۂ ایوب میں لکھا ہے۔ کہ ایوب نبی اہلِ مشرق یعنی بنو عرب میں سب سے بڑے آدمی تھے۔ وہ عُوض کی سرزمین میں رہائش رکھتے تھے۔ سبائی۔ کلدی اور تیما کے عرب قبائل انکے ہمسائے تھے۔ (ایوب ۱/۱، ۱۵/۶)

ملہ کنسائز تفسیر بائیبل صہ ۲۳

عوض شمالی عرب میں سرزمین شعیر کے ایک حصہ کا نام ہے نوحہ یرمیاہ میں لکھا ہے۔

"اے دخترِ ادوم جو عوض کی سرزمین میں بستی ہے خوش و خرم ہو۔ ۴/۲۱"

ادوم عیسو کا لقب تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ عوض بنی عیسو کی سرزمین کا ایک حصہ تھا۔ چنانچہ جغرافیہ بائیبل میں اس مقام کو شمالی عرب میں کوہ شعیر کے پاس دکھایا جاتا ہے۔

کیتھولک بائیبل میں ایوب نبی کی کتاب پر مندرجہ ذیل نوٹ دیا گیا ہے۔

"غالب رائے کے مطابق خیال ہے کہ ایوب
عیسو کی نسل سے تھا۔ اور یہ وہی ہے جس کا
نام پیدائش ۳۶ / ۳۳ میں یوباب لکھا ہے۔ جو ادوم
یعنی شعیر کا بادشاہ تھا"۔

کتاب پیدائش کے مذکورہ حوالہ میں ادوم یعنی سرزمین شعیر کے ایک بادشاہ کا نام یوباب بن زارح آیا ہے۔ اسی باب میں یہ وضاحت موجود ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیٹی بشامہ عیسو بن اسحاق سے بیاہی گئی۔ انکے بطن سے رعوائل پیدا ہوا۔ اس کا بیٹا زارح تھا اور زارح کا بیٹا یوباب۔

(پیدائش ۳۶ / ۴، ۱۰، ۳۳)

اگر یوباب اور ایوب ایک ہی ہیں تو بروئے تورات وہ عیسو اور انکی اسماعیلی بیوی بشامہ کے پڑپوتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی حضرت ایوب کو ذریت ابراہیم بتایا گیا ہے۔ سورہ انعام میں لکھا ہے۔

"ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب دیئے
تھے ہم نے ان سب کو ہدایت دی تھی۔ اور
اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی تھی۔ اور
اس یعنی (ابراہیم) کی اولاد میں سے داؤد
سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور
ہارون کو بھی ہم نے ہدایت دی (آیت نمبر ۸۵)

تورات اور قرآن مجید کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام ابراہیمی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ صحیفۂ ایوب میں انکے ساتھیوں کے نام بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ شمالی عرب میں بسنے والی ابراہیمی نسل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ان کا ایک ساتھی تیمان کا رہنے والا تھا۔ جو کہ ارض شعیر کا ایک حصہ ہے۔ اور دوسرا ساتھی سوخ کا رہنے والا تھا۔ جو کہ قطورا کے بیٹوں میں سے ایک کا نام ہے۔ (ایوب ۲/۱۱ پیدائش ۲۵/۲ ۳۶/۱۱)

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض شعیر کے حوریوں نے حضرت ایوب کے پیغام کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں سرزمین شعیر میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ یہ زمین مشرکین سے پاک ہو گئی۔

حضرت ایوب کے ماننے والے بنی عیسو اس پر قابض ہو گئے۔ جو کہ خدائے یہوواہ کو ماننے والے تھے۔ (صحیفۂ ایوب میں خدا تعالیٰ کیلئے یہوواہ کا نام آیا ہے)

قدیم روایت ہے۔ کہ ایوب نبی کی کتاب خود حضرت موسیٰ کی تصنیف ہے۔

۱۸۷۰ء میں بائیبل کا جو اردو ترجمہ شائع ہوا اس میں ایوب کی کتاب کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل نوٹ دیا گیا۔

"اکثر لوگوں کا گمان ہے۔ کہ ایوب کی کتاب موسیٰ نے اس وقت تصنیف کی جبکہ وہ اہل مدین میں رہتا تھا"۔ (ترجمہ بائیبل شائع کردہ نارتھ انڈیا بائیبل سوسائٹی مرزاپور)

اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوب معلوم تھا کہ ارض شعیر روحانی اور جسمانی لحاظ سے خدائے یہوواہ کے ماننے والوں کی میراث ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے ابراہیمی نسل کے لئے تجلیات الٰہیہ کے مقامات[1] میں شعیر کو بھی شامل کیا۔ اور فرمایا:۔

"خدائے یہوواہ شعیر سے طلوع ہوا"

[1] ہیکس تفسیر بائیبل میں لکھا ہے کہ زمانہ قدیم سے سینا، فاران اور شعیر کے مقامات خدائے یہوواہ کی عبادت کے مرکز تھے۔ تورات سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ صفحہ ۱۸۲

فاران کے متعلق تاریخی تحقیق

جلوۂ فاران کے متعلق عیسائی علماء کا اعتراض یہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت میں جس فاران کا ذکر ہے۔ وہ جزیرہ نمائے سینا کے بیابان "التیہ" کا نام ہے۔ یہی وہ بیابان ہے جس میں سے گذر کر بنی اسرائیل نے اپنے سفر کے چالیس برس گذارے تھے۔ اور جہاں انہوں نے پڑاؤ بھی کیا تھا۔ جبل فاران دراصل سینا کی پہاڑیوں میں سے کسی کا نام ہے۔ یہ دشت فاران مکہ سے کوئی چھ سو میل شمال کی جانب واقع ہے۔ اس جگہ کو مکہ کی وادی غیر ذی زرع سے ویسا ہی تعلق ہے۔ جیسے سری نگر کو بنارس سے۔ حجاز میں فاران نام کا کوئی بیابان یا پہاڑ موجود نہیں ہے۔ لہٰذا جلوۂ فاران سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہیں ہو سکتی۔

فاران بنو اسماعیل کا مسکن

عیسائی علماء کے اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بشارت میں جس فاران کا ذکر ہے۔ اسکی تفصیل تورات کے مندرجہ ذیل مقامات میں ملتی ہے۔

۱۔ خدا اس لڑکے یعنی (اسماعیل) کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا۔ اور تیرانداز بنا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اسکی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی (پیدائش ۲۱/۲۰، ۲۱)

2۔ پھر لکھا ہے۔ "ابراہام نے اپنی دوسری بیویوں یعنی (ہاجرہ اور قطورہ) کے بیٹوں کو انعام و اکرام دیکر اپنے بیٹے سے (ارض قدیم) یعنی مشرق کے ملک میں بھیج دیا۔ . . . .

اور اسماعیل فوت ہوا اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور ابنائے اسماعیل کی سرزمین حویلہ سے لیکر شور تک وسیع ہے۔ جو کہ مصر کے مشرق میں ہے۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے مشرق میں بسے ہوئے تھے[1]۔ (پیدائش ۲۵/۶، ۱۸)

[1] ان آیات کے ترجمہ میں اختلاف ہے۔ یہ ترجمہ Basic Bible سے دیا گیا ہے۔ جو بائیبل کا نہایت مستند ترجمہ ہے۔ رمافٹ نے بھی یہی ترجمہ دیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ اس نے "مشرق کے ملک" کی جگہ "ارض قدم" ترجمہ کیا ہے۔ جو سرزمین عرب کا قدیمی نام تھا۔ کیونکہ وہ ارض کنعان کے مشرق میں واقع ہے۔

۲۔حضرت ہاجرہ کو اسماعیل کی پیدائش کی خبر دیتے ہوئے بتا دیا گیا۔ کہ وہ اپنے سب بھائیوں کے مشرق میں بسے گا۔ (پیدائش ۱۶/۱۲)

ان آیات سے مندرجہ ذیل امور بالکل واضح ہیں۔

۱۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل اور انکی اولاد کو "ارضِ قدیم" یعنی مشرق کے ملک میں بسایا۔

2۔ارضِ قدم کی حدود حویلہ (یمن) سے لیکر شور (حدود کنعان) تک وسیع تھیں۔ (حویلہ سے مراد یمن ہے ہیکس تفسیر بائیبل نقشہ اول ص۱۵۲)

3۔یہ ملک مصر کے مشرق میں واقعہ ہے

4۔ہاجرہ اور قطورہ دونوں کی اولاد (قیدار[1]۔تیما۔مدین۔عیفا۔ دوان وغیرہ) قبائل اس خطہ ارض میں آباد ہوئے۔ (پیدائش ۲۵/۱۴، ۲۵/۱۵)

5۔یہ سرزمین ارضِ کنعان کے مشرق میں شمالاً جنوباً واقع ہے۔

6۔اسی ارضِ قدم میں "مدبر فاران" یعنی وادیٔ غیر ذی زرع فاران پائی جاتی ہے۔

اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ارضِ قدم سے مراد سرزمین عرب ہے خصوصاً حجاز کا ایک ملک جوکہ ارضِ کنعان کے مشرق سے شروع ہوکر یمن تک وسیع ہے۔ اسی سرزمین میں ہاجرہ اور قطورا کی اولاد آباد ہوئی۔ ان کے سب مقامات جوکہ تورات میں مذکور ہیں۔ اسی حصہ تک میں ملتے ہیں۔ یہ ملک مصر کے مشرق میں ہے۔ بروئے تورات اسی سرزمین میں بیابان فاران اور جبل فاران واقعہ ہیں۔

جزیرہ نما سینا میں جو فاران کا بیابان معین کیا جاتا ہے۔ (جسے آج کل "البتیہ" کہتے ہیں) اس لئے درست نہیں کہ:۔

۱۔ارض کنعان کے مشرق میں نہیں بلکہ اس کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔

2۔ہاجرہ اور قطورا کی اولاد کے مقامات اس خطہ میں نہیں ملتے اور نہ وہ یہاں سما سکتے تھے۔

3۔جزیرہ نما سینا کی حدود حویلہ یعنی یمن تک وسیع نہیں ہیں۔ لہٰذا بروئے تورات اسماعیلی فاران جزیرہ نما سینا میں واقع نہیں ہوسکتا بلکہ حجاز کا یا اس کے ایک خطہ کا نام ہے۔

فاران ارضِ حجاز میں مدین کے نزدیک

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو سال بعد جب تورات دوبارہ مرتب کی گئی۔ تو اس وقت کا جغرافیہ مؤلفین تورات کے پیش نظر تھا۔ بہت سے قدیم مقامات کے نام ایسے تھے جوکہ دوسرے مقامات کو بھی دے دیئے گئے۔ اس امر کو مدنظر رکھے بغیر ارضِ تورات میں ایک قدم چلنا بھی مشکل ہے"۔

۱۔ایک کوہِ شعیر بحیرۂ مردار کے جنوب مشرق میں واقعہ ہے دوسرا یروشلم کے شمال مغرب میں[1]

2۔ایک مصر فراعنہ کا ملک اور دوسرا شمالی عرب میں[2]

3۔ایک کوش ایتھوپیا کا نام اور ایک کوش شمالی عرب میں ملتا ہے[3]

4۔ایک دشت جین بیابان سینا سے تیسری منزل پر، اور دوسرا ۲۵ منازل کے بعد۔ (گنتی ۳۳/۱۰، ۳۳/۳۶)

5۔بیرِ شبع نام کے دو مقامات تورات سے ثابت ہیں (پیدائش ۲۱/۱۴، ۲۶/۳۳)

اسی طرح فاران بھی تورات کی رو سے کئی مقامات کا نام ہے۔

۱۔ایک فاران دشت سینا سے پہلی منزل پر واقعہ تھا (گنتی ۱۰/۱۲)

2۔دوسرا فاران دشت سینا سے بیس منازل کے بعد واقعہ ہوتا ہے جس میں قادس شامل ہے۔ (گنتی ۱۳/۲۶، ۱۲/۱۶، ۳۳/۳۶)

3۔خلیج عقبہ کے شمالی حصہ کا نام ایل فاران تھا (پیدائش ۱۴/۶)

4۔ایک فاران ارض مدین کے پاس تھا (سلاطین ۱۱/۱۸)

نوٹ:۔ ابن خلدون نے بھی اپنے جغرافیہ میں خلیج عقبہ کے شمالی سرے پر فاران مقام کا ذکر کیا ہے۔

(مقدمہ تاریخ ابن خلدون شائع کردہ وطن پریس حصہ اول ص۲۳)

---

[1] قیدار حجاز میں، تیما شمالی عرب میں، مدین حجاز کے شمال میں عیفا شمالی حجاز میں دوان شمالی عرب میں آباد ہوئے (زیر لفظ مدین سائیکلوپیڈیا ببلیکا و تاریخ ارض القرآن ازعلامہ سید سلیمان ندویؒ)

[1] ہارپرز بائیبل ڈکشنری۔ زیر لفظ شعیر

[2] ہیکس تفسیر بائیبل ص۱۵۱، ص۲۹۶

[3] کن سائز تفسیر بائیبل ص۲۴۶

محققین بائبل کا ایک نظریہ یہ ہے۔ کہ دشتِ سینا الحق مدین کے پاس تھا۔ تورات میں لکھا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے ہوئے مدیان سے نکلے اور بیابان (سینا) کے مغرب میں خداوند کے پہاڑ حورب میں آئے (خروج ۳ بحوالہ کن سائز تفسیر بائبل ص۲۵۵)

انسائیکلوپیڈیا ببلیکا میں زیرِ لفظ "سینا" لکھا ہے۔

"ایک نظریہ کی رو سے سینا عرب کے مغربی ساحل پر مدین کے پاس واقع تھا۔"

پیکس تفسیر بائبل میں سینا کے متعلق تیسرا نظریہ یہ بیان ہوا ہے۔ کہ یہ مقام خلیج عقبہ کے جنوب میں ارض مدین کے پاس واقع تھا انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں بھی زیرِ لفظ "سینا" اس نظریہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ محققین کے اس نظریہ کی رو سے اب مندرجہ ذیل بائبل کے حوالے قابلِ غور ہیں۔

۱۔ "تب بنی اسرائیل دشت سینا سے کوچ کر کے نکلے اور دشتِ فاران ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں انکا پہلا کوچ ہوا۔ (گنتی ۱۰ / ۱۲، ۱۲)

۲۔ وہ مدیان سے نکل کر فاران میں آئے (سلاطین ۱۱ / ۱۸)

ظاہر ہے۔ مدین، دشتِ سینا اور فاران پاس پاس تھے۔ مدین کو غلط رنگ میں جزیرہ نما سینا کے جنوب مشرق میں خلیج عقبہ کے مغربی ساحل پر بعض اوقات دکھایا جاتا ہے۔ پیکس تفسیر بائبل میں طالمی اور دیگر جغرافیہ کے حوالہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ مدین خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر تھا۔ یعنی حجاز کے شمال میں (ص۲۵) بائبل کے مذکورہ حوالوں سے ثابت ہے کہ فاران مدین کے پاس حجاز میں واقع ہے۔

بنی اسرائیل حجاز کے شمال میں

بنی اسرائیل کی چالیس سالہ صحرانوردی کس علاقہ میں عمل میں آئی؟ اس کے متعلق تازہ تحقیق یہ ہے۔ کہ جزیرہ نمائے سینا کے شمال میں اور عرب کے صحرا میں انہوں نے چالیس سال بسر کئے۔ پہلے جو منازلِ سفر جزیرہ نمائے سینا کے جنوب میں متعین کی جاتی تھیں۔ اب انکے متعلق یہ سوچا جا رہا ہے۔ کہ صحرائے عرب میں ان مقامات کو تلاش کیا جائے۔ انہی منازل سفر میں دشت فاران کا نام بھی تورات میں مذکور ہے ایک مقبول نظریہ کی رو سے اب یہ تسلیم کیا جا رہا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ

بنی اسرائیل کو لیکر حجاز کے شمال میں آئے اور انہوں نے وہی رستہ اختیار کیا جو مکہ معظمہ کے حج کے لئے صدیوں سے شاہراہ حج کے نام سے موسوم ہے۔

پیکس تفسیر بائبل میں ڈاکٹر اے۔ ایچ عنیبلی لکھتے ہیں:-

"مجھے اس نظریہ سے اتفاق ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے نکل کر جو راستہ اختیار کیا وہ وہی تھا جو مکہ معظمہ کے حج کے لئے قدیم شاہراہ ہے۔ یا تو وہ عقبہ کے شمالی حصہ کے شمال مغرب کی طرف گئے۔ یا خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے جنوب میں [illegible] پہاڑ حورب کے پاس پہنچے۔" (تلخیص ص۶۴)

حورب وہی مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا۔ اب وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر دوبارہ وہاں جاتے ہیں۔ بروئے تورات یہ مقام مدین کے پاس تھا (خروج ۳/۱)

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حورب دشت سینا میں واقع تھا (خروج ۱۹/۱، ۲)

اس کے قریب ہی دشت فاران تھا۔ بنی اسرائیل نے پہلا کوچ دشت سینا سے دشت فاران میں کیا۔ یہ واضح ثبوت ہے۔ کہ دشت فاران حجاز میں شامل تھا۔ کیونکہ مدین حجاز کے شمال میں واقع ہے۔

مذکورہ تحقیق کی تائید میں دوسرا ایڈیشن بائبل کے بعض حوالے درج ذیل ہیں:-

پیکس تفسیر بائبل میں ریونڈ بی۔ ڈبلیو جیک۔ "خروج بنی اسرائیل کی شاہراہ" کے موضوع پر لکھتے ہیں:-

---

ملے گنتی ۳۳ باب میں خروج بنی اسرائیل کی ۴۲ منازل سفر یا مقامات کا ذکر ہے ان میں سے بیس مقامات بالکل نامعلوم ہیں۔ سات مقامات مشتبہ ہیں (ہارپرز بائبل ڈکشنری زیرِ لفظ آکسوڈس) باقی مقامات بھی محض اندازے سے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان حالات میں فاران کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ وہ صرف جزیرہ نمائے سینا میں تھا۔ اس کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے۔

تیسرے نظریہ کی رو سے بنی اسرائیل نے مصر سے نکلتے ہوئے اس معروف شاہراہ کو استعمال کیا جو خلیج سویز کے نزدیک اس کے شمال سے شروع ہو کر فاران کے جنوب سے گزرتی ہوئی سیدھی خلیج عقبہ کو نکل جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہاں سے بعض محققین کے نظریہ کے مطابق بنی اسرائیل جنوب مشرق کی طرف مڑ گئے یعنی خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے حورب پہاڑ کے علاقہ میں آگئے (یہ حورب وہی ہے جسے تورات میں سینا کہا گیا ہے۔ تورات کے ماخذ "E" میں جسے حورب کہا گیا ہے۔ اسی کا نام ماخذ "J" میں سینا ہے) حورب کے محل وقوع کے متعلق یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ مدین کے آتش فشاں سلسلہ کوہ میں سے کسی چوٹی کا نام تھا (مثلاً حَدا یا ا ا البدر) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یونانی جغرافیہ نویس بطالمی اور کچھ عرب مصنفین نے اس خطہ میں مدین یا مدیان کی موجودگی کا ذکر کیا ہے[1]۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دراصل اصل اور قدیم ارض مدین یہی ہے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اور مقدس پہاڑ حورب بھی اسی علاقہ میں واقع تھا۔ اس نظریہ کی وجہ سے بھی گو بعض مشکلات پیش آتی ہیں لیکن بنی اسرائیل کی منازل سفر کے زیادہ تر بیانات جو کہ تورات میں ملتے ہیں اس نقطۂ نظر سے حل ہو جاتے ہیں۔ اور خاص طور پر تورات میں جو یہ ذکر ہوا ہے کہ قادس سے حورب گیارہ دن کا سفر ہے۔ (استثنا ۱/۲) یہ بیان بالکل درست ہو جاتا ہے۔ صہ ۹۵۷

کپتان پامر لکھتے ہیں :-

"ممکن ہے کہ عقبہ کا صحرائے عظیم جو عقبہ کے مشرق کی طرف واقع ہے۔ وہ جگہ ہو جہاں بنی اسرائیل چالیس برس تک صحرا نوردی کرتے رہے۔

(تاریخ بائیبل از ملیکی صہ ۱۰۷)

جے۔این شوفیلڈ (J. N. Shofield) اپنی کتاب

Historical Back-Ground of The Bible میں شاہراہ خروج[2] کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"۴۔ ایک نظریہ کے مطابق بنی اسرائیل شرق اردن کے جنوب میں چالیس سال تک صحرا نوردی کرتے رہے۔ اگر یہ نظریہ قبول کیا جائے تو ہمیں شرق اردن میں اور عرب میں ان تمام مقامات کو تلاش کرنا ہوگا جو کہ تورات میں خروج بنی اسرائیل کے ذکر میں بیان ہوئے ہیں" صہ ۵۵

اس موضوع پر بہت سا تحقیقی مواد موجود ہے۔ یہ مضمون اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ بہر حال ایک معروف نظریہ کی رو سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے صحرائے عرب میں صحرا نوردی کے چالیس سال یا انکا کوئی حصہ گذارا۔ جب بنی اسرائیل حجاز کے شمال میں ارض مدین کے قریب پہنچے۔ جسے تورات میں حورب اور سینا کا علاقہ کہا گیا۔ تو وہاں سے پہلی منزل پر دشت فاران تھا (گنتی ۱۲/۱۰)

صاف ظاہر ہے کہ یہ فاران ارض حجاز میں شامل تھا۔

۴۔ یہ ایک پیشگوئی ہے

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جلوۂ فاران کے ذکر میں کوئی پیشگوئی نہیں ہے۔ بلکہ بنی اسرائیل نے فاران کے بیابان میں پڑاؤ کیا۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے "خداوند فاران سے آیا" کے الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ شبہ بھی بے بنیاد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سات سو سال بعد بھی انبیاء بنی اسرائیل کو فاران سے ظاہر ہونے والے موعود نبی کا انتظار تھا۔ جیسا کہ حبقوق نبی کے صحیفہ میں لکھا ہے :-

"خداوند جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے۔ کوہ فاران سے آئیگا"

(حبقوق ۳/۳ ترجمہ از کیتھولک بائیبل)

حجاز کنعان کے جنوب میں ہے۔ گویا وہ بنی کنعان کے جنوب میں فاران کے علاقہ سے ظاہر ہوگا۔ آگے لکھا ہے۔ کہ اسکی آمد پر کوشن اور مدین کے خیموں پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ اور بڑے بڑے پہاڑ اس کے سامنے پست ہو جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دس ہزار قدسی

---

[1] بائیبل ڈکشنری از جان ڈی۔ ڈیوس میں زیر لفظ مدین لکھا ہے۔ کہ ارض مدین بنیادی آبادی خلیج عقبہ کے مشرق اور جنوب مشرق میں ہی ہے۔ ہر زمانہ میں یہ نام اس علاقہ کے لئے مستعمل رہا۔ اسی خطہ ارض میں اس آبادی کے کھنڈرات مدین کے نام سے اب بھی ملتے ہیں۔ صہ ۴۸۲

[2] ارض کنعان کے جنوب مشرق میں ایک مقام۔

نہ تھے۔ بلکہ تورات کے بیان کو اگر درست تسلیم کیا جائے۔ تو لاکھوں لوگ تھے۔ لہٰذا تورات کے یہ الفاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر صادق نہیں آسکتے۔

بشارت تورات کا پس منظر

اصل بات یہ ہے کہ تورات کی پانچویں کتاب استثناء تمام و کمال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخری درس پر مشتمل ہے۔ چالیس سال کی صحرانوردی کے بعد ایک سو بیس سال کی عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ارض کنعان کے سامنے لاتے ہیں۔ وفات کا پیام آگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وصیت کے طور پر جو خطاب فرماتے ہیں وہ کتاب استثناء میں محفوظ ہے۔ اسی آخری پیغام میں بنی اسرائیل کو طور سینا کا واقعہ یاد دلایا ہے:

> کہ اس وقت قوم کے چند آدمیوں نے درخواست کی کہ براہِ راست نزول کا الٰہی جلوہ ہماری برداشت سے باہر ہے۔ آئندہ ہمیں ایسا جلوہ نہ دکھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے۔ اب تمہارے بھائیوں میں ایک عظیم الشان صاحب شریعت نبی مبعوث ہوگا۔ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا۔ اور اس نبی کا منکر خدا تعالیٰ کے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس سے تکذیب و انکار کا پورا پورا احساب لیا جانے گا (استثناء ۱۸/۱۶ تا ۲۰)

الٰہی کتاب کے آخر میں ایک خوبصورت الہامی نظم میں جسے یاد کرنے کی تاکید کی گئی۔ بنی اسرائیل کے لئے وہ باتیں مختصراً دہرائی گئیں جو کہ حضرت موسیٰ کے آخری درس میں تفصیلاً آئی ہیں۔ لکھا ہے:۔

> سو تم یہ گیت اپنے لئے لکھ لو۔ اور تم اسے بنی اسرائیل کو سکھانا۔ اور انکو حفظ کرا دینا۔ تاکہ یہ گیت بنی اسرائیل کے خلاف میرا گواہ رہے۔
>
> (استثناء ۳۱/۱۹)

اس عبرانی گیت کے بعد ایک دوسرا گیت ہے۔ جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر انکی موت کے وقت جاری ہوا۔ اس گیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا۔ کہ خدا تعالیٰ یہوواہ سینا سے بنی اسرائیل پر جلوہ فگن ہوا۔ وہ ابراہیمی نسل کی ایک دوسری شاخ پر جو کہ کوہ شعیر کے علاقہ میں آباد ہے۔ طلوع ہوا۔ وہ بنی اسماعیل پر کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اب وہ کوہ فاران سے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک جلالی شریعت ہوگی۔ اسکی ایک ایک بات سے لوگ مستفیض ہونگے۔ قومیں اس سے محبت رکھیں گی (استثناء ۳۳/۲-۳) صاف ظاہر ہے کہ ان الفاظ میں وہ صدا ہے۔ جو بنی اسرائیل کی درخواست پر کوہ سینا سے بلند ہوئی۔ جس میں انکو کہا گیا۔ کہ اب تمہارے بھائیوں میں نبی مبعوث ہوگا کیونکہ تم میں کامل و اکمل شریعت کے جلوہ کی تاب نہیں۔ اس گیت میں بتا دیا گیا کہ استثناء ۱۸ باب کی بشارت میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ موعود نبی تمہارے بھائیوں میں آئے گا یہاں بھائیوں سے مراد بنی اسماعیل ہیں۔ کیونکہ فاران کا تعلق بنی اسماعیل سے تھا۔ تورات میں صاف لکھا ہے۔ کہ اسماعیل اپنے بھائیوں کے مشرق میں ارض قدم میں یعنی سرزمین عرب میں آباد ہوئے وہ بیابان فاران میں بسا۔

ظاہر ہے کہ استثناء ۱۸ باب اور ۳۳ باب کی بشارت بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل میں فاران سے ظاہر ہونے والے نبی کے لئے ہے کتاب استثناء میں لکھا ہے:۔

> کہ شعیر بنی عیسو کی میراث ہے۔ جو کہ خدائے یہواہ نے انکو عطا کی۔ کوہ سینا سے خدا تعالیٰ بنی اسرائیل پر جلوہ فگن ہوا۔ اب بنی اسرائیل کے بھائیوں میں شریعت کا نزول ہوگا۔ اور موسیٰ کی مانند نئی شریعت لانے والا نبی بنی اسماعیل میں آئے گا۔

اسی مضمون کو اس عبرانی نظم میں دہرایا گیا ہے۔ اس پس منظر کو سامنے رکھئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک ایک لفظ پر انسان کی روح وجد کرتی ہے۔ اور اس پیغام کا ایک ایک لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔

سامری تورات کا حوالہ

۵۔ ایک روشن ثبوت کہ بشارت تورات میں فاران سے مراد ارض حجاز

ہے۔ پیش خدمت ہے۔

توراۃ سامری کو عربی ترجمہ میں ہے۔ آرکیون نے ۱۸۵۱ء میں بمقام گلوئی تیادرم شائع کیا۔ پیدائش ۲۱/۲۱ کی آیت میں فاران کے آگے ہلالی خطوط میں حجاز لکھا ہوا موجود ہے۔ ترجمہ کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں:۔

وَسَکَنَ بَرِّیَّۃَ فاران (الحجاز) وَاَخَذَتْ لہٗ اُمُّہٗ اَمْرَاَۃً من ارض مصر

(بحوالہ خطبات احمدیہ از سر سید احمد خاں)

یعنی اسماعیل وادی غیر ذی زرع فاران واقع (حجاز) میں سکونت پذیر ہوا۔ اور اسکی ماں نے مصر سے اسکی شادی کیلئے ایک عورت لی۔

ان شواہد سے یہ امر ثابت ہے کہ تورات میں اسماعیلی فاران سے مراد ارض حجاز ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم نے خدا کے حکم سے اپنے عزیز بیٹے اور خدا رسیدہ نوجوان بیوی کو خدا کے نام کے اولیں عبادت گاہ کی خدمت گذاری کے لئے مکہ کے پاس وادی غیر ذی زرع میں آکر بسایا۔

۲۔ فاران اور قدیم عرب جغرافیہ نویس

علمائے بائبل کا یہ مطالبہ کہ عرب کے جغرافیہ سے یہ ثابت کیا جائے کہ وہاں کوئی فاران کا بیابان یا اس نام کا کوئی پہاڑ واقع ہے۔ ایک بے معنی مطالبہ ہے۔ اگر عیسائی علماء سینائی کے علاقہ میں موجودہ زمانہ میں دشت فاران یا کوہ فاران کے مقامات دکھا سکیں۔ تو یہ مطالبہ درست بھی ہوسکتا ہے۔ نہ سینائی فاران باقی رہا اور نہ حجاز کے لئے فاران کا نام مروج رہا متروک ناموں کی وجہ سے اس قسم کا مطالبہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ہم یہ مطالبہ ایک حد تک پورا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قدیم جغرافیہ نویس مکہ معظمہ کے پہاڑوں کا نام فاران بتاتے ہیں۔ لیکن سینائی فاران کے متعلق سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں یہ اقرار موجود ہے۔

"بائیبل کے عہد عتیق میں وہ آیات جو فاران سے متعلق ہیں انکا سمجھنا آسان نہیں ہے"۔

اسی طرح یونیورسل جیوش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:۔

"دشت فاران اور کوہ فاران کے محل وقوع کی بالکل صحیح تعیین ابھی تک نہیں ہوسکی"

گویا تورات کے حوالہ جات اس قدر مختلف ہیں کہ فاران کا جائے وقوع سمجھنا آسان نہیں۔ لیکن عرب کے قدیم جغرافیہ نویس مکہ معظمہ کے پہاڑوں کا نام فاران بتاتے ہیں۔ گویا جو نام زمانہ قدیم میں سارے حجاز یا بیابان حجاز کے لئے مستعمل تھا۔ بعد میں چند پہاڑوں یا مقامات تک محدود رہ گیا۔

۱۔ عرب کے بہت بڑے جغرافیہ نویس امام شہاب الدین یاقوت الحموی (المتوفی ۶۲۶ ہجری) اپنی معرکۃ الآراء کتاب معجم البلدان میں لکھتے ہیں:۔

"فاران ایک عبرانی لفظ ہے۔ جو معرب ہے۔ اور یہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ابن ماکولا کا قول ہے۔ کہ ابوبکر نصیر بن القاسم ابن قضاعۃ القضاعی کو "الفارانی" جبال فاران کی نسبت سے کہا گیا ہے اور یہ حجاز کے پہاڑوں کا نام ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے"۔

۲۔ لسان العرب میں زیر لفظ فارا لکھا ہے۔ کہ
"فاران مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا عبرانی نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی پیشگوئیوں میں ذکر فرما کر شرف بخشا ہے۔ اور حدیث رسول میں اس کا ذکر موجود ہے"

۳۔ مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک پڑاؤ ہے۔ جس کا نام وادی فاطمہ ہے۔ جب قافلے وہاں سے گذرتے ہیں۔ تو وہاں کے بچے قافلوں کے پاس پھول بیچتے ہیں۔ اور جب ان سے قافلہ والے پوچھیں کہ یہ پھول تم کہاں سے لاتے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں:۔

"**مِن بَرِّیَّۃِ فَارَان**"

فاران کے بیابان سے — (فصل الخطاب)

۳۔ ابوالفدا کی تاریخ عرب میں لکھا ہے
"کہ عوف بن حمیر کے بیٹے کا نام فاران تھا"
(باب عرب ایام جاہلیت بحوالہ خطبات احمدیہ)
حمیر عرب کا بادشاہ تھا۔ اس کے بیٹے عوف کے نام پر نجد کے پہاڑ معروف ہیں۔ عوف کا بیٹا فاران تھا۔ غالباً اسی فاران کے نام پر حجاز کے بیابان اور اس کے جبال کا قدیم نام فاران ہے۔ فاران بن عوف کا زمانہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح ہے۔
(خطبات احمدیہ صلاک)

سائیکلوپیڈیا ببلیکا میں زیر لفظ فاران لکھا ہے۔ کہ
"عبرانی نام پاران کا مقابلہ عرب قبائل کے نام فاران یا فرّان سے کرنا چاہیئے"۔
صاف ظاہر ہے کہ یہ نام اپنی اصلیت کے اعتبار سے عرب قبائل سے تعلق رکھتا ہے۔

۸۔ الگ الگ تین جلوے | کہا جاتا ہے۔ کہ کوہ فاران دشت سینا کی چوٹیوں میں سے غالباً کسی کا نام تھا۔
(ہارپرز بائیبل ڈکشنری زیر لفظ فاران)
اگر یہ درست ہے۔ تو جلوۂ سینا اور جلوۂ فاران کی الگ الگ ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ بشارت تورات سے ظاہر ہے کہ سینا الگ ہے۔ فاران الگ اور شعیر کا جلوہ الگ

فاران کے متعلق تحقیق کا خلاصہ

اسماعیلی فاران کے متعلق بائیبل کے سب بیانات کے نتائج مختصراً درج ذیل ہیں :۔
۱۔ حجاز کے شمال میں مدین کے نزدیک جو دشت سینا واقع ہے اس سے تین یوم کے سفر پر بنی اسرائیل جب روانہ ہوئے تو پہلی منزل فاران تھی۔ گویا حجاز کے بیابان کا نام فاران ہے۔
(گنتی ۱۰/۱۱، ۱۲/۳۳)
۲۔ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اس خطۂ ارض میں آباد ہوئے۔
۳۔ فاران ارض قدم میں واقع ہے۔ ارض قدم کنعان کے مشرق میں شمالاً جنوباً واقع ہے۔ یعنی یمن سے لیکر شور تک۔ ارض قدم مصر کے مشرق میں ہے۔ اسی سرزمین میں بنی اسماعیل اور بنی قطورا آباد ہوئے۔ صاف ظاہر ہے کہ ارض قدم عرب کا نام ہے۔ اور بیابان حجاز کا نام فاران ہے۔
۴۔ تورات میں فاران کو "مدبر" کہا گیا۔ (وادی غیر ذی زرع) جہاں بروئے تورات و قرآن حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کے ایک حصہ کو آباد کیا۔

رَبَّنَآ اِنِّیۤ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ

۵۔ فاران ارض کنعان کے جنوب میں واقع ہے (حبقوق ۳/۳) حجاز فلسطین کے جنوب میں ہے۔
۶۔ اسی بیابان کے پہاڑوں کا نام جبل فاران ہے۔
۷۔ عوف بن حمیر کے بیٹے کا نام فاران تھا۔ عوف کے نام سے کوہستان نجد معروف ہیں اور فاران کے نام پر حجاز کا بیابان اور اس کے جبال۔

کلام الامام

آخر میں حضرت مسیح موعود کے کلمات طیبہ پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے فرماتے ہیں :۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں یہ بات کہی کہ خدا سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے ان پر چمکا۔ صاف جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پر آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران پر ہی آکر ظہور پذیر ہوئیں اور تورات ہمکو یہ بتلاتی ہے۔ کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام جدامجد آنحضرت صلعم کی سکونت پذیر ہوئی اور یہی بات جغرافیہ کے نقشوں سے بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔
(سرمہ چشم آریہ ص۲۴۳ حاشیہ)

شذرات

(۱)

لاہور سے ایک رسالہ "پیام مشرق" شائع ہوتا ہے۔ اس کی جنوری ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں مولانا احمد سعید صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند کا "مکتوب گرامی" شائع ہوا ہے۔ اس مکتوب میں مولانا نے زمانہ کی حالت بایں الفاظ بیان کی ہے۔

"موجودہ دور میں جو جہالت اور گمراہی کا دور ہے اور علامات قیامت کے ظہور کا زمانہ ہے۔ ایسے نازک زمانے میں حق کی تبلیغ کرنا۔ اور زبان یا قلم سے حق کی حمایت میں آواز بلند کرنا بہت مشکل کام ہے"۔

اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک شاعر نے کہا ہے

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید

دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین"

(پیام مشرق لاہور جنوری ۱۹۵۹ء)

ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ جمعیت العلماء ہند کے صدر صاحب نے جس "شاعر" کے درد بھرے اور دل سے نکلے ہوئے پُرشور شعر کو نقل کیا ہے۔ وہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنے رسالہ "فتح اسلام" مطبوعہ ۱۸۹۱ء میں اسلام و مسلمانوں کی دردناک حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک طویل فارسی قصیدہ رقم فرمایا ہے۔ اسی نظم کا یہ ساتواں شعر ہے۔

اے کاش! کہ مسلمان بحیثیت قوم اس صاحب شعور بزرگ (علیہ السلام) کی آواز پر اس وقت کان دھرتے تو آج حالات بہت کچھ بدل چکے ہوتے۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان توجہ کریں۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرما چکے ہیں

امروز قوم من نشناسد مقام من

روزے بگریہ یاد کنند وقتِ خوشترم

(۲)

اخبار "الاعتصام" لاہور نے اپنے ایک بڑے عالم کی تقریر شائع کی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ:۔

"ہندوستان میں سب سے پہلے امارت کا سلسلہ مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی نے شروع کیا۔ اس کے بعد کئی اور امیر بنے یعنی سید عطاء اللہ شاہ بخاری پیر جماعت علی شاہ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔ مولانا احمد علی صاحب لاہور، مولانا عبدالستار صاحب دہلوی خلیفہ محمود قادیانی، مولانا محمد علی قادیانی لاہوری، صوفی محمد نبیین اور ——— اب ان میں مولانا محی الدین صاحب لکھنوی کا مزید اضافہ ہوا ہے۔ مگر بات جوں کی توں ہی رہی۔ جب امیروں کی یہ فوج کچھ نہیں کر سکی تو امیر پر امیر بنائے جانے سے کیا فائدہ ہے۔ اس لئے میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ یہ برائے نام امارت کوئی چیز نہیں۔ اسلئے اس کو اتنی اہمیت دینا کہ یہ شرعی امارت ہے۔ محض خوش فہمی ہے۔ جس سے جماعت انتشار کا شکار ہو رہی ہے"۔

(الاعتصام ۲ جنوری ۱۹۵۹ء)

آجکل اہل حدیث صاحبان میں امارت اور صدارت پر گرما گرم بحث جاری ہے۔ اسی سلسلہ میں اخبار "الاعتصام" نے یہ بیان شائع کیا ہے۔ ہم کوئی فرقہ وارانہ بات نہیں کہنا چاہتے۔ اس لئے ہم دوسرے مذکورہ بالا صاحبان کے بارے میں تو کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ انہوں نے امیر بننے کے بعد اسلام کی کیا خدمت کی۔ جماعت کی تنظیم کس طرح کی جماعت کو انتشار سے بچایا یا اسے انتشار کا شکار بنایا۔ ان کی امارت

شرعی حیثیت رکھتی ہے۔ یا نہیں لیکن ہم اپنی جماعت اور اپنی جماعت کے امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بارے میں صاحب تقریر کی غلط فہمی دور کرنا اور اس بارے میں وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہماری جماعت میں امام یا امیر اور خلیفہ کا انتخاب منہاج نبوت پر ہوتا ہے خلفائے راشدین کے انتخاب کے طریق پر ہوتا ہے۔ اس میں شخصی پا ئے یا جانشینی داری کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ ۱۹۱۴ء سے ہمارے امام ایدہ اللہ بنصرہ جماعت کے خلیفہ ہیں اور جماعت کا نصب العین دنیا بھر میں اشاعت اسلام اور قرآن ہے۔ افراد جماعت کا تزکیہ نفوس ہے۔ خدمت دین کے جذبہ سے انہیں سرشار کرنا ہے۔ گذشتہ چوالیس ۴۴ سال کے عرصہ میں جماعت احمدیہ نے دنیا بھر میں مشرق و مغرب میں بیسیوں تبلیغی مراکز قائم کئے ہیں۔ متعدد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کئے ہیں۔ اور لاکھوں صفحات پر مشتمل اسلامی مسائل کے متعلق ٹھوس معلومات سے لبریز لٹریچر شائع کیا ہے۔ سب زبانوں میں اشاعت دین کے لئے اس کے اخبارات و رسائل جاری ہیں اور صدہا نوجوان اور بوڑھے گھروں سے دور دنیا کے اطراف و جوانب میں اسلام کے جھنڈے کو بلند کر رہے ہیں۔ اس چوالیس سال کے عرصہ میں کم و بیش کئی لاکھ انسان شرک و کفر سے بیزار ہو کر اسلام کی آغوش میں آچکا ہے۔ اور دن رات رسول عربی صلی اللہ علیہ السلام پر درود بھیج رہا ہے۔ اور اس کے علاوہ بیشمار انسان اسلامی حقائق سے بہرہ ور ہو کر اپنے قلوب کو منور کر کے اسلام کے لئے مال و جان کی قربانی کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ قرآن پاک کی تفسیریں شائع ہو رہی ہیں۔ درس جاری ہیں۔ احادیث نبویہ کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ اور اس جماعت کے علماء اور دوسرے سب لوگ اپنے اپنے رنگ میں خدمت دین میں منہمک ہیں بقول ڈاکٹر زویمر

"یہ شہد کی مکھیوں کا ایک چھتہ ہے جس میں ہر شخص
اپنے مقررہ فرائض کو ادا کرنے میں مگن ہے"۔

یہ ماضی کا ایک معمولی سا خاکہ ہے۔ مستقبل قریب میں جو اللہ تعالیٰ کی فتوحات اسکے شامل حال ہونے والی ہیں۔ انکا تو ابھی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیا ان حالات میں یہ کہنا درست ہے:-

"بات جوں کی توں ہی رہی"؟ ——

بہتر ہوگا کہ اہل حدیث صاحبان اپنے گھر کے حالات کو درست کرنے کا فکر کریں اور جماعت احمدیہ سے کوئی تعرض نہ کریں۔

(۳)

اسوقت مسلمانوں کی حالت کو بہتر بنانے اور ان میں تبلیغ اسلام کا احساس پیدا کرنے کی کتنی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہم ذیل میں لائلپور کے اخبار "المنیر" کے دو اقتباس نقل کرتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں:-

۱۔ "آج اس زمین کی پیٹھ پر جو امت اتحاد فکر اور دین کے مفہوم میں وحدت سے محروم ہے۔ وہ وہی امت ہے جس کے پیغمبر (روحی و نفسی فداہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ میں اس امت کا دین اس حال میں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اسکی راتیں بھی روز روشن سے زیادہ ضیا بار ہیں۔ لیکن آج اس امت نے بحیثیت مجموعی اس دین کو اس شکل میں خود مانا اور دوسروں کے سامنے پیش کیا کہ اس کے دن بھی راتوں سے زیادہ تاریک ہیں"۔

۲۔ "ہم سب (افراد امت مسلمہ) پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی دعوت اس طرح پیش کی جائے۔ جس طرح قرن اول کے مسلمان پیش کیا کرتے تھے —— لیکن یہ امر لائق نزاع نہیں ہے کہ آج بیسیوں آزاد مسلم حکومتوں کے باوجود ہم اس فرض کی ادائیگی ہی سے تہی دامن نہیں اس بارہ میں ہمارا احساس بھی نہ ہونے کے برابر ہے"۔

(المنیر لائلپور مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۸ء)

کیا اس حالت کے باوجود کسی آسمانی مصلح کی آمد کو بے ضرورت اور بے وقت قرار دیا جا سکتا ہے؟

۳
"لانبی بعدی" کے معنے

اہل سنت والجماعت کا رسالہ "الفاروق" ضلع سرگودھا لکھتا ہے :-

"حدیث منزلت کے آخری فقرہ کے ترجمہ میں عموماً ایک غلطی کی جاتی ہے۔ جس کو دور کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس میں بہتوں کا بھلا مضمر ہے۔ اس حدیث کے آخری فقرہ میں جو لفظ بعد واقع ہوئی ہے۔ اکثر لوگ اس کا ترجمہ پیچھے کی لکھتے ہیں۔ یہ بات تسلیم کہ عربی لغت میں بعد معنے میں پیچھے کی آتی ہے۔ جیسا کہ لفظ قبل معنے میں آگے کے آتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لفظ بعد کسی دوسرے معنوں میں استعمال نہیں ہو سکتی۔ خود قرآن حکیم میں آیا ہے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَآیَاتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ - کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے۔ جو اس آیت میں بعد کا ترجمہ پیچھے کی لفظ سے کرے؟ کیا خدا تعالیٰ پر بھی موت آسکتی ہے؟ علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ اس آیت میں لفظ بعد معنے میں لفظ غیر کے ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ اس حدیث منزلت میں بھی بعد کا ترجمہ غیر سے کیا جائے —

"لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اَیْ لَانَبِیَّ غَیْرِیْ"۔

اس ضرورت کی وجہ یہ ہے۔ کہ جس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فوت ہو جانے کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آپکی زندگی میں بھی کوئی نبی نہیں بنایا جا سکتا۔

تو حدیث منزلت میں اگر لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کا ترجمہ یوں کیا جائے کہ میرے پیچھے کوئی نبی نہیں بنایا جا سکتا۔ تو آپ کی زندگی میں کسی کے نبی بنائے جانے کی نفی نہیں ہو سکتی۔ اور ایک دنیا جانتی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی نبی بنائے گئے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں اس جہان فانی سے روانہ بھی ہو گئے تھے۔ اور حضرت ہارونؑ کو جو خلافت ملی تھی وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں ملی تھی۔ پس حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس زندگی میں دو چیزیں دستیاب ہوئی تھیں ایک نبوت دوسری خلافت یعنی وہ خلافت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے وقت چالیس یوم حضرت ہارون علیہ السلام نے چلائی تھی۔ باقی رہ گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کی خلافت تو وہ تو ایسی چیز ہے کہ نہ تو حضرت ہارون علیہ السلام کو ملی۔ اور نہ ہی ان کے فرزندوں میں کسی صاحب کو ملی بلکہ وہ حضرت یوشع علیہ السلام کو پہونچی۔ اس لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت میرے علاوہ کوئی نبی نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے تو بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ ہاں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں چالیس یوم کی خلافت حضرت ہارون علیہ السلام کو ملی تھی۔ اسی طرح میں تم کو بھی اپنے گھر بار کے امور میں اپنا خلیفہ بنائے جاتا ہوں۔ یہ بے شک غزوہ تبوک کا قصہ ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے وہ اسی واقعہ کی حکایت ہے یا اظہار محبت ہے۔ ولیس ماسواہ بشیٔ" (الفاروق ۱۵ جنوری ۱۹۵۹ء)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کا محل وقوع اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کے ایام غزوۂ تبوک میں اپنے بعد خلیفہ ہونے

کا ذکر فرمایا مگر ان کے نبی ہونے کی تردید فرمائی۔

ضیا لا بعدی کے معنی غیری بھی درست ہیں یعنی ایسا نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو اور اپنا دین جاری کرنا چاہے ایسا نبی نہیں ہو سکتا نہ آپکی زندگی میں اور نہ آئندہ کبھی۔

پس ظاہر ہے کہ حدیث ظلی اور بروزی نبی کے خلاف نہیں ہے۔

— ۵ —

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے متعلق ایک روایت

مولوی محمد اسماعیل صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث نے کہا کہ:-

"آخر میں خود حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ آپ اس سلسلہ میں پیش قدمی فرمائیں۔ الحمد للہ کہ میری درخواست کو انہوں نے قبول فرمایا۔ اور ہم نے مل کر جماعت کا ایک نظام — مرکزی جمعیت اہل حدیث — کے نام سے قائم کر دیا

اس کے بعد ہم نے کوشش کی کہ جماعت کے تمام اکابر کا تعاون حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک وفد مولانا سید داؤد غزنوی صدر مرکزیہ کی قیادت میں مولانا عبد المجید صاحب سوہدروی، مولانا محمد حنیف صاحب ندوی، حاجی محمد اسحاق صاحب حنیف اور میاں عبد المجید صاحب پریشنل سیالکوٹ مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم کی خدمت میں پہنچا۔ تاکہ ان کو اس سلسلہ میں آمادہ کیا جائے مگر افسوس کہ انہوں نے ملنے سے احتراز کیا۔ اور مکان کو باہر سے تالا لگوا دیا۔ اور وفد ناکام وہاں سے واپس آیا۔"

(الاعتصام لاہور ۲۶ دسمبر ۱۹۵۸ء)

فضیلت قرآن پاک

قصیدہ فارسی

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

از نور پاک قرآں صبح صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
یوسف بقعر چاہے محبوس ماند تنہا
ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ برکشیدہ
از مشرق معانی صدہا دقائق آورد
قد ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ
کیفیت علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحی حق چکیدہ
آں نیر صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بوم شب پرستی در کنج خود خزیدہ
روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا
الا کسے کہ باشد با رویش آرمیدہ
آنکس کہ عالمش شد شد مخزن معارف
واں بیخبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ
باران فضل رحمٰن آمد بمقدم او
بد قسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ
میل بدی نباشد الا رگے ز شیطاں
آں را بشر بدانم کز ہر شرے رمیدہ
اے کان دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نور آں خدائی کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوب من توئی بس
زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

فضیلت صحابہ کرام رضؓ

از روئے قرآن مجید

(مکرمہ جناب مولوی محمد اکبر صاحب شاہد مولوی فاضل مقیم پکوال)

دلیل اوّل :- اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

"کنتم خیر اُمّۃٍ اخرجت للناس تامرون
بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون
باللہ ط ولو اٰمن اھل الکتٰب لکان خیرًا
لھم ط منھم المؤمنون واکثرھم
الفٰسقون ٥" (اٰل عمران عؔ)

ترجمہ :- تم (سب سے) بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو۔ اور بدی سے روکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو انکے لئے بہتر ہوتا۔ ان میں سے بعض مومن بھی ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صحابہ کرام رضؓ کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں اور خود ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے تم سب سے بہتر جماعت ہو۔ جو لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے مقرر ہوئے ہو۔ تمام مخلوق میں صرف تم کو منتخب کیا ہے۔ جو کام بھی تمہارے سپرد کیا جاتا ہے۔ تم نہایت تندہی اور جانفشانی سے اسکو سرانجام دیتے ہو۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو اپنی تمام جائدادیں حاضر کر دیتے ہو۔ اور اگر خدا تعالیٰ کی راہ میں جان کی ضرورت ہو تو اپنی جانیں حاضر کر دیتے ہو۔ اس کے علاوہ اچھی باتوں کی ترغیب دیتے ہو۔ اور بری باتوں سے روکتے ہو۔ جو کہ حقیقت میں سب سے اعلیٰ کام ہے۔

اس آیت قرآنیہ کے متعلق صاحب تفسیر مجمع البیان تحریر فرماتے ہیں کہ "کنتم خیر اُمّۃٍ اخرجت للناس" کا خطاب صحابہ کرام سے ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:-

"لما تقدم ذکر الامر والنھی عقبہ
تعالیٰ بذکر من تصدی للقیام بذلک
مدحھم ترغیبًا فی الاقتداء بھم فقال
کنتم خیر اُمّۃٍ اخرجت للناس
قیل فیہ اقوال احدھا اَنّ
معناہ انتم خیر اُمّۃٍ۔"

(تفسیر مجمع البیان طبرسی ص۲۲ مطبوعہ طہران)

یعنی پہلے خدا نے امر و نہی کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کا بیان کیا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ اور اس لئے ان لوگوں کی تعریف کی تاکہ اور لوگ انکی پیروی کریں۔ اس لئے انہیں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہترین جماعت ہو۔

دلیل دوم :- اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما
ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ
ولاجر الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون
الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون ٥
(سورۃ نحل عؔ)

ترجمہ: جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت اختیار کی (ہمیں اپنی جان کی قسم ہے کہ) ہم انھیں ضرور دنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔ اور آخرت کا اجر تو اور بھی بڑا ہوگا **کاش!** یہ جانتے (یہ ظلموں کا نشانہ بن کر بھی) ثابت قدم رہے اور (جو ہمیشہ ہی) اپنے رب پر بھروسہ کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق صاحب تفسیر مجمع البیان تحریر فرماتے ہیں۔

"لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الذین حَسَنَةً" أی بلدۃ حَسَنَةً بدل اوطانہم وھی المدینۃ عن ابن عباسؓ وقیل لنعطینّھم حالۃ حَسَنَةً وھی الفتح والنصرُ"

(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ ص۳۷)

یعنی ہم ان مظلوموں کو دنیا میں بھی حسنہ دینگے۔ یعنی اچھا شہر 'مدینہ منورہ' دیں گے۔ حضرت ابن عباس سے یہ تفسیر مروی ہے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ حسنہ سے مراد اچھی حالت ہے جس سے فتح ونصرت مراد ہے۔

حضرت خلفاء اربعہ پر مختلف اوقات میں مختلف قسم کے ظلم ڈھائے گئے۔ انکو تکالیف دی گئیں۔ آخر انکو بھی آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے جانا پڑا۔ اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری دی کہ ہم انکو بہترین ٹھکانا دینگے۔ سو دنیا میں انکو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ جیسی جگہ عطا ہوئی۔ پھر آخرت میں انکے درجات بلند ہونگے۔ ان میں سے بعض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپکے پہلو میں جگہ دی گئی۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

●

تمام صحابہ کرام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوب اور عزیز تھے۔ اور پھر یہ خلفائے اربعہ تو ان عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں جن کو سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی تھی۔ کہ وہ جنت میں جائینگے۔ اور دوزخ ان پر حرام ہوگئی ہے۔ پس اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔

دلیل سوم :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ"

(آل عمران ع ۲۰)

ترجمہ: پس جنہوں نے ہجرت کی انکو ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ انھیں میری راہ میں تکلیف دی گئی۔ اور انھوں نے جنگ کی اور مارے گئے ہیں۔ انکی بدیوں کے اثر کو انکے جسم سے یقیناً مٹادونگا۔ اور میں انھیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ کے طور پر ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین جزاء ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی تعریف کی ہے اور انکو جنت کی خوشخبری دی ہے۔ کیونکہ ان مہاجرین نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تکالیف برداشت کی تھیں۔ ان تکالیف کے بدلہ میں ایک تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خوشخبری دی ہے کہ ان کے گناہوں کی جگہ نیکیاں ہوگئی ہیں۔ دوسرے ایسے باغات کی خوشخبری دی ہے جن کے نیچے نہریں چلتی ہونگی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی محبت اور پیار سے انکی فضیلت کا ذکر فرمایا۔ خلفائے اربعہ نے اپنے گھر بار چھوڑے اور پھر "لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ" کا فقرہ ان صحابہ کرام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جنہوں نے ہجرت کی۔

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان واضح ہے۔

دلیل چہارم :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ
لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" (توبہ ع ۱۳)

ترجمہ :۔ مہاجرین اور انصار میں سے جو ہر قسم کی نیکی میں سبقت لے گئے۔ اور وہ لوگ بھی جو کامل اطاعت دکھاتے ہوئے انکے پیچھے چلے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔ اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں۔ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کریمہ پر غور کیا جائے تو صحابہ اور مہاجرین و انصار کی شان اور فضیلت روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ جب ان صحابہ کرامؓ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے نیز فرمایا کہ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہشت تیار کر رکھے ہیں تو کسی اور کو کیا حق ہے کہ انکے بارہ میں شک و شبہ کرے

لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ ان مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہوں نے خالص خدا کے لئے ہجرت کی ہے۔ نہ انکی جنہوں نے دنیا کے طمع کی خاطر کی۔ اس کا جواب یہ ہے۔

(اوّل) جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت کی اس وقت دنیا اور دولت کہاں تھی۔ جس کی طمع تھی۔ وہاں تو اپنی جانوں کا فکر تھا۔ جب مہاجرین نے مکہ سے ہجرت کی۔ اس وقت مدینہ میں کونسا دنیوی خزانہ نکلا تھا۔ جسکی طمع مہاجرین نے کی کہ جاکر حاصل کر لینگے۔

(دوم) اگر تمام مہاجرین صحابہ دنیا کی حرص کی خاطر ہجرت کرکے گئے تھے۔ تو کیا خدا تعالیٰ کو اس کا علم نہ تھا؟ وہ ضرور ایسے لوگوں کا استثنیٰ کر دیتا۔ اور انکی تعریف نہ کرتا۔

مہاجرین نے تو محض خدا تعالیٰ کی خاطر ہجرت کی تھی۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے محض میری خاطر ہجرت کی ہے۔

"اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ"

یعنی ان لوگوں نے جنہوں نے ہجرت کی ہے انکو محض میرا نام لینے کی وجہ سے ہجرت کرنی پڑی ہے۔

پس یہ آیت صحابہ کرام کی اس فضیلت پر صاف روشنی ڈالتی ہے کہ انھوں نے خالصاً للہ ہجرت کی اور اسی کی خاطر تکالیف برداشت کیں۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان صحابہ سے راضی ہوگا۔ اور صحابہ کرام اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے۔

دلیل پنجم :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا
وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ"
(سورۃ انفال ع ۱۰)

ترجمہ :۔ جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور انکی ہر طرح سے مدد کی وہ حقیقی مومن ہیں۔ انکے لئے مغفرت اور رزقِ کریم مقدر ہے۔

اس آیت کریمہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی تعریف کی ہے۔ اور پھر ان لوگوں کی تعریف کی ہے۔ جنہوں نے ان مہاجرین کو پناہ دی۔ رہنے کے لئے گھر دیئے اور دیگر ہر قسم کی امداد بہم پہنچائی۔ اور ان کے لئے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور انکو رزقِ کریم عطا کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔

جناب طبرسی تحریر فرماتے ہیں :-

"ثُمَّ عاد سُبحانه إلی ذکرِ المهاجرین
والانصار ومدحهم والثناءِ علیهم
فقال وَالّذینَ اٰمنوا وهاجروا
وَجاهدوا فی سبیل اللہ ای صدقوا
اللہ ورسولهٗ وهاجروا من دیار
هم واَوطانِهم یعنی من مکّۃَ إلی
المدینۃ وجاهدوا مع ذالکَ
فی إعلاءِ دینِ اللہ والّذینَ اٰوَوا و
نصروا ای ضمّوهُمْ إلیهم و
نصروا النبی صلی اللہ علیه وسلم
أُولٰئکَ هم المؤمنونَ حقّاً اَی
اولٰئکَ الّذین حقّقوا ایمانهم
بالهجرۃِ والنصرۃِ"۔

(تفسیر مجمع البیان ۳۵۲ مطبوعہ طہران)

اس حوالے سے ثابت ہے کہ صاحب تفسیر نے مہاجرین اور انصار کی حمد و ثنا کو قبول کیا اور انکی قربانیوں کو سراہا ہے۔ اور انکی تعریف کی ہے اور انکے حقیقی مومن ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

دلیل ششم :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللہِ وَالَّذِینَ مَعَهٗ
اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ
تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِنَ اللہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ
مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ
فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ
اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ
لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ"

(سورۃ فتح ع ۴)

ترجمہ :- محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں۔ لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں۔ جب تو انہیں دیکھے گا انھیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائیگا۔ وہ اللہ کے فضل اور رضا کی جستجو میں رہتے ہیں۔ انکی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے۔ یہ انکی حالت تورات میں بیان ہوئی۔ اور انجیل میں انکی حالت اس طرح بتائی گئی ہے کہ وہ ایک کھیتی کی طرح ہونگے جس نے پہلے اپنی روئیدگی نکالی پھر اسکو (آسمانی اور زمینی غذا کے ذریعہ سے) مضبوط کیا۔ پھر وہ روئیدگی اور مضبوط ہوگئی۔ پھر اپنی جڑ پر مضبوطی سے قائم ہوگئی یہاں تک کہ زمیندار کو پسند آنے لگ گئی۔ انکا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کفار انکو دیکھ دیکھ کر جلیں گے۔

مثلھم فی الانجیل کزرع کی تائید میں انجیل کا حوالہ ذیل پڑھا جائے۔

"آسمان کی بادشاہت رائی کے دانہ کی مانند ہے۔ جسے ایک شخص نے لیکر اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہے۔ لیکن جب اگتا ہے تب سب ترکاریوں سے بڑا ہے۔ اور ایسا درخت ہوتا ہے۔ کہ ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں"۔

(متی ۱۳ / ۳۱، ۳۲)

اس حوالہ کو مندرجہ بالا آیت قرآن سے ملا کر دیکھو۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ کہ یہاں پیغمبر کے یاروں کی مثال بیان کی گئی ہے۔

پس اس آیت کے مضمون کی تصدیق انجیل کے اس حوالہ سے ہوتی ہے۔ اور اس حوالہ سے صحابہ کرام کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ دراصل یہ مثال بالکل صحابہ کرام کے حال کے عین مطابق ہے۔ اس لئے کہ وہ اوّل تھوڑے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتے گئے۔ اور انکا ایک بڑا لشکر ہوگیا۔ جس کی جمعیت اور کثرت کو دیکھ کر کفار تعجب کرتے تھے۔ اور انکی قوت کو دیکھ کر جلتے رہتے

تھے۔ پس جو کوئی ان کی بزرگی کا قائل اور انکی فضیلت کا معتقد نہ ہو۔ درحقیقت وہ قرآن مجید۔ انجیل اور دیگر کتب سماویہ کی پیشگوئیوں اور بیانات کی تردید کرنے والا ہوگا۔

دلیل ہفتم:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

(سورۃ فتح ع۳)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ مومنوں سے اس وقت خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اور اس نے اس ایمان کو جو انکے دلوں میں تھا خوب جان لیا۔ سو اس کے نتیجہ میں اس نے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی اور ان کو ایک قریب میں آنے والی فتح بخشی۔

یہ بیعت حدیبیہ کا ذکر ہے۔ جسے "بیعت الرضوان" بھی کہتے ہیں۔ اس بیعت میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ اس وقت مکہ میں محصور تھے۔ اس لئے انکی طرف سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ شامل کر کے فرمایا۔ یہ حضرت عثمان کا ہاتھ ہے کیونکہ اگر حضرت عثمان یہاں موجود ہوتے۔ تو ضرور اس بیعت میں شامل ہوتے۔ پس اس لحاظ سے حضرت عثمان بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انکو مومن ہونے کا خطاب دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ انکے قلوب کو میں اچھی طرح جانتا تھا۔ اور انکے قلوب پر تسکین نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں ان تمام صحابہ کرامؓ سے راضی ہوگیا جو کہ بیعت الرضوان میں شامل تھے۔ کیونکہ انہوں نے وفاداری کا وہ نمونہ دکھایا۔ جو رہتی دنیا تک بطور یادگار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہو جانا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ خدا کے نیک بندے تھے۔ اور مومن تھے۔

دلیل ہشتم

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝"

سورۃ البقرہ ع۲۷

ترجمہ:- جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے ہجرت کی ہے۔ اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہے۔ ایسے لوگ یقیناً اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔"

جن لوگوں نے رسول کریمؐ کے ساتھ ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنی چادر رحمت میں لپیٹ لے گا اس سے بھی صحابہ کرام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے کامل وفاداری اور اطاعت کا نمونہ دکھایا۔

دلیل نہم:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝"

(سورۃ توبہ ع۱۱)

ترجمہ:- لیکن یہ رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جو اس کے ساتھ ہو کر ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اپنے مال اور اپنی جانوں کے ذریعہ سے جہاد کیا ہے۔ انکے لئے ہر قسم کی کامیابیاں ہیں۔ اور وہی آخر کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن صحابہ نے آپ کے ساتھ مل کر جان و مال کا جہاد کیا ہے۔ اور ہجرت بھی کی ہے۔ انکو اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بھلائیاں عطا کریگا۔ اور وہ دین و دنیا میں کامیاب ہونگے اس سے صحابہ کرام کی فضیلت ظاہر ہے۔

دلیل دہم :- اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ
يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔

(سورۃ الحشر ع ۱)

ترجمہ :- یہ (اموال فئی) مہاجر غریبوں کا بھی حق ہے۔ جن کو انکے گھروں اور مالوں سے بے دخل کرکے نکال دیا گیا ہے۔ وہ اللہ کا فضل اور اسکی رضا چاہتے ہیں۔ اور ہمیشہ اللہ کے دین کی اور رسول کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ ایمان میں سچے ہیں

اس آیت میں غریب مہاجرین کو مال حاصل کرنے کا اس لئے حقدار قرار دیا ہے۔ کیونکہ انکو انکے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر دیا گیا تھا۔ انھوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی تھی۔ اور کر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔"

(سورۃ الحشر ع ۱)

ترجمہ :- اور جو لوگ ان کے زمانہ کے بعد ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں مومنوں کا کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو مہربان اور بے انتہا کرم کرنیوالا ہے۔

اس آیت کریمہ پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریر فرمایا ہے۔

"یہ آیت بھی ان لوگوں کا جو صحابہ کو برا کہتے ہیں رد کرتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت بتاتی ہے۔ کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے ایمان لانے والوں کا نام عزت سے لے۔ اور ان کے لئے دعائیں کرے۔ لیکن بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں بلکہ ان پر لعنتیں ڈالتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید سکھاتا ہے کہ مومنوں کو اپنے پہلے بھائیوں کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے۔ کہ مومنوں کے دلوں میں پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی نسبت کسی قسم کا بغض اور کینہ پیدا نہ ہو۔ اور پھر آگے اسی آیت میں فرماتا ہے کہ اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔ یعنی جس کو یہ حالت نصیب ہو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ لیکن جسے صحابہؓ کے متعلق یہ حالت نصیب نہ ہو اسے سمجھ لینا چاہئے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور رأفت سے محروم ہے۔"

اور اس کے غضب کے نیچے ہے"۔

(تفسیر صغیر ضمیمہ ترجمۃ القرآن ص ۱۳۴۷)

پس واضح ہے کہ صحابہ کرام کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔ اور ہر قدم پر انکی نصرت فرمائی ہے۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ صحابہ کرامؓ کی عزت کریں۔ اور دعا کریں کہ اے خدا ہماری زبان سے ان کے خلاف کوئی کلمہ نہ نکلے۔

شیخ طوسی بسند معتبر جناب حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں

"وصیت میکنم شما را باصحاب پیغمبر شما
کہ ایشاں را دشنام مدہید"۔

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۵۳ مطبوعہ نول کشور)

"کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کو گالی نہ دو"۔

★

پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ضروری اعلان

اگر آپ ابھی تک رسالہ الفرقان کے خریدار نہیں ہیں

تو بہتر ہے کہ جلد خریداری منظور فرمائیں

سالانہ چندہ صرف پانچ روپے

(مینیجر)

قیامت کی علامات

منقول از ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۵۹ء

"عصر حاضر کی مادی تہذیب جس شکل وانداز میں ارتقا کر رہی ہے اس کا ایک پہلو تو وہ ہے جس پر اقبال مرحوم کے الفاظ میں اس طرح تبصرہ کیا جا سکتا ہے۔

"عشق ناپید و خرد مے گزدش صورت مار"
عقل کو تابع فرمان نظر کر نہ سکا!
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے زندگی کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

لیکن ایک دوسرا پہلو بھی ہے جس کی طرف لوگوں کی کم نظر جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ احادیث میں قرب قیامت کی جو علامات بیان کی گئی ہیں۔ انکے آثار مادی تہذیب کی ان ترقیوں کے آئینے میں نظر آنے لگے ہیں۔ کیا عجب ہماری دنیا اس مرحلے میں داخل ہوتی جا رہی ہو جسکی خبر نبی صادق و مصدوق ؐ نے دی تھی۔ یہ بات خدا ہی جانتا ہے کہ یہ مرحلہ کتنی طویل مدت پر حاوی ہوگا۔ مستورد بن شدادؓ راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے ابتدا میں بھیجا گیا ہوں۔ میں قیامت سے اتنا بڑھ گیا جتنا کہ یہ انگلی (درمیانی انگلی) اس انگلی سے (انگشت شہادت سے) بڑھی ہوئی ہے۔ یہ کہکر آپ نے درمیانی اور شہادت کی انگلیوں کی طرف اشارہ کیا (ترمذی) یعنی درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کی لمبائی میں جو فرق اور فاصلہ ہے۔ اتنا ہی فاصلہ نبیؐ کی بعثت اور قیامت کے درمیان ہے۔ اور بعثت نبوی کو اب تک پونے چودہ سو برس سے زیادہ مدت گزر چکی ہے۔

قیامت کی علامات سے متعلق جس قدر احادیث کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے مضمون میں اختلافات کے باوجود دو باتیں مشترک ہیں۔ اوّل یہ کہ قیامت سے پہلے مادی ترقی اپنے پورے عروج و کمال کو پہنچ جائیگی۔ دوم یہ کہ انسانی معاشرہ کا اخلاقی فساد انتہا کو پہنچ جائیگا۔ احادیث میں آخری زمانے کی اس مادی تہذیب کے زعیم کو دجّال کے نام سے پکارا گیا ہے۔ دجّال کے ظہور کے وقت مادی و صنعتی ترقی اس انتہا کو پہنچ چکی ہوگی اور انسان طبعی قوانین اور فضا اور خلاء پر اس طرح حاوی ہو چکا ہوگا۔ کہ دجّال جب چلے گا تو اس کی تیز رفتار کا یہ عالم ہوگا کہ کالغیث استدبرتہ الریح (مسلم) گویا کہ وہ ایک بادل ہے جس کے پیچھے ہوا ہو۔ وہ چالیس راتوں کے اندر اندر روئے زمین پر گھوم پھر جائے گا۔ فلا یدع قریۃ الا ھبطھا فی اربعین لیلۃ۔ کوئی قریہ ایسا نہ ہوگا۔ جہاں وہ چالیس رات کے اندر اندر نہ اترا ہو (مسلم) اسے ایسی قدرت حاصل ہوگی۔ کہ اس کی آواز ہر ملک میں پہنچے گی۔

"ینادی بصوت لہ یسمع ما بین الخافقین"

وہ ایسی آواز سے پکارے گا جسے زمین و آسمان کے دونوں کناروں کے درمیان رہنے والی مخلوق سنے گی۔ (کنز العمال)

فضا، بادلوں اور زمین کو وہ اس طرح مسخر کرے گا کہ جب چاہیگا پانی برسائیگا اور بنجر زمینوں کو آباد کریگا۔

"یامر السماء فتمطر والارض فتنبت"۔

آسمان کو حکم دیگا تو بارش ہونے لگے گی۔ زمین کو حکم دیگا۔ تو اس میں سبزہ اگنے لگے گا۔ (کنز العمال)

وہ فضا اور خلاء ہی کو نہیں زمین کی پاتال تک کو بھی مسخر کریگا۔ اور وہ اس کے کھنڈر اپنے پوشیدہ ذخائر اگلنے لگے گی۔

حتی ایتم بالخربۃ فیقول لھا اخرجی کنوزک فتتبعہ کنوزھا۔ اس کا گزر غیر آباد و ویرانے میں ہوگا۔ اس سے کہے گا اپنے خزانے باہر نکال ڈال۔ چنانچہ اس کے خزانے نکل کر اس کے پیچھے ہولیں گے (کنز العمال) طبعی قوانین پر اسے اس قدر قدرت حاصل ہوگی کہ وہ لوگوں کو مار کر زندہ کر دیگا (مشکوٰۃ روایت نواس بن سمعان) دنیا کے اس آخری دور میں مادی و صنعتی ترقی کے اس کمال اور طبعی قوانین کی اس تسخیر کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں جو شر و فساد اخلاقی انارکی اور کفر و طغیان کی پھیلے گا۔ اس کا ذکر بھی احادیث میں کیا گیا ہے۔ انس رضؓ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت اس وقت آئیگی جب زمین میں کوئی اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ ابو داؤد میں ہے۔ کہ دجّال کے پاس ایک شخص آئے گا۔ وہ اپنے آپکو مسلمان سمجھتا ہوگا۔ مگر اسے دیکھ کر اس کے دل میں شبہات پیدا ہو جائیں گے۔ اور وہ دجّال کے متبعین میں شامل ہو جائے گا۔ اخلاقی فساد عورتوں میں اور لڑکیوں میں اس طرح پھیل جائے۔ کہ لوگ اپنے گھروں میں انہیں باندھ رکھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ معروفات اور منکرات کی تمیز اس طرح مٹ جائے گی۔ کہ ہر طرف شریر اور بدکار لوگ نظر آئیں گے۔ اور معروف کو نہ معروف سمجھیں گے، نہ منکر کو منکر۔ عیش و عشرت کی زندگی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگا"۔

(مسلم)

ان احادیث کے آئینے میں کیا ان علامتوں کے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں۔ جو قرب قیامت کی بتائی گئی ہیں مادیت کے علمبردار جس طرح فضا اور خلاء کو مسخر کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ طبعی قوانین پر جیسے انہیں روز بروز تسلط حاصل ہو رہا ہے۔ پھر اس مادی ترقی کے جلو میں بداخلاقی اور بے دینی کا جو طوفان امڈا آ رہا ہے۔ کیا وہ اس بات کی واضح شہادت نہیں ہے۔ کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے پونے چودہ سو برس پیشتر جو کچھ فرمایا تھا وہ برحق ہے"؟

صفائی اور اُس کے متعلق ضروری امور

(از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ خان صاحب کوئٹہ)

اگر آپ کو کبھی مغربی ممالک میں جانا پڑے اور آپ وہاں کے شہروں کو دیکھیں تو اپنے ملک کے شہر آپ کو ایسے معلوم ہوں گے جیسا کہ لاہور اور بمبئی کے مقابلہ میں کچے کوٹھوں کے دیہات۔ اوسط عمر۔ صحت اور شرح اموات ان میں بھی وہ ہم سے بہت اچھے ہیں دراصل صفائی اور صحت دو بہنیں ہیں جن میں صفائی بڑی بہن ہے۔ صفائی سے میرا مطلب طبی صفائی ہے۔

صفائی کی اقسام

صفائی کی انفرادی اور اجتماعی دو اقسام ہیں۔

(۱) انفرادی صفائی کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک شخصی ذاتی صفائی۔ دوسری خانگی صفائی۔

شخصی ذاتی صفائی۔ حقیقی صفائی شخصی ذاتی صفائی سے ہی شروع ہوتی ہے۔ جو شخص اپنی ذات کو صاف نہیں رکھ سکتا۔ اس سے یہ کب امید ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے گھر کو صاف رکھے گا۔ یا شہر اور ملک کی صفائی میں دلچسپی لے گا۔

ذاتی صفائی میں بدن کی صفائی۔ آنکھ۔ کان۔ ناک منہ اور دانتوں کی صفائی ضروری ہے۔ اس میں سر اور بالوں کی صفائی بھی ضروری ہے۔ ہم انشاء اللہ ان سب پر علیحدہ علیحدہ بحث کریں گے۔

بدن کی صفائی

بدن کی صفائی صاف پانی سے نہانے اور دھونے سے ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں صابون بن گیا ہے۔ اس سے ہاتھ اور بدن دھو اور صاف کر سکتے ہیں۔ صابون بھی بہت سی قسموں کے ہیں۔ میں ان پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ پہلے میں سب سے اچھا صابون سن لائٹ صابون کو سمجھتا تھا لیکن اس میں بھی اب بہت سا نقص پیدا ہو گیا ہے۔ صابون وہ اچھا ہے جس کو بناتے دفعہ پکایا جائے تیل دہانی وغیرہ کو جوش دیا جائے۔ اس طرح سے تیل اور دہانی جراثیم سے صاف ہو جاتے ہیں۔ نیز اس میں کاسٹک سوڈا یا کاسٹک پوٹاس تیل کے ساتھ مل کر اپنی تیزی کھو چکا ہو۔ ورنہ اس کے استعمال سے جلد اور ناخن کھردرے ہو جاتے ہیں۔ ولایتی صابون اگرچہ زیادہ تر مچھلی کی چربی سے بناتے ہیں لیکن ان میں بو بھی نہیں ہوتی اور اُسکی کا بداثر تیل کے ذریعہ بالکل ضائع کر دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ اچھا صابون ہو۔ ہر روز بدن اور سر کو صابون سے دھونا بھی اچھا نہیں۔ کیونکہ قدرت جلد اور بالوں کو ملائم رکھنے کے واسطے ایک خاص قسم کا روغن بدن میں سے ہی پیدا کرتی رہتی ہے۔ البتہ اگر بدن کو کئی دن تک خاص کر گرمیوں میں صابون یا کسی اور صاف کرنے والی چیز سے نہ صاف کیا جائے تو پسینہ کے خشک ہونے اور روغنی مادہ کے جم جانے سے مسامات بھی بند ہو جاتے ہیں اور مادہ سڑ کر عفونت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے کئی جلدی بیماریاں اور پھوڑے پھنسیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بدن کو صاف کرتے وقت گردن ۔ بغلیں ۔ اعضاء مخصوصہ اور رانوں کے اندر کی جگہ اور انگلیوں (خاص کر پاؤں کی) کے درمیان کی جگہ کو اچھی طرح صاف کریں۔ ناخن تراش کر اچھی طرح صاف کریں۔ ورنہ ناخنوں میں بڑی خطرناک قسم کی میل بھر جاتی ہے ۔ اور اس سے خطرناک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ کیونکہ بائیں ہاتھ سے پاخانہ پیشاب دھویا جاتا ہے اگر ناخن صاف نہ ہوں تو یہ گند ناخنوں کی جڑ میں بیٹھ جاتا ہے جلد کی صفائی کے ساتھ ہی ایک بات کا اور ذکر کر دیتا ہوں ۔ وہ رومال اور تولیہ ہے ۔ دوسرے شخص کا رومال اور تولیہ ہرگز استعمال نہ کریں ۔ اور دھونے سے پہلے رومال اور تولیہ کو اُبلتے ہوئے پانی میں جوش دے لیں۔ کیونکہ ناک منہ اور بدن کا گند ان دو چیزوں (رومال اور تولیہ) میں ہوتا ہے ۔ ہر شخص کی یہ چیزیں الگ الگ ہوں ۔

آنکھوں کی صفائی

آنکھوں کو صاف رکھنے اور دھونے کے واسطے سب سے اعلےٰ صاف پانی ہے ۔ جو موسم کے لحاظ سے ٹھنڈا یا گرم ہو ۔ اگر انسان نمازی ہے تو وہ پانچ وقت وضو کرتے وقت ضرور آنکھوں کو دھوتا ہوگا ۔ اس طرح اس کی آنکھیں صاف رہیں گی ۔ آنکھوں کو گرد غبار اور دھوئیں سے بچانا چاہیئے گندے ہاتھوں سے آنکھوں کو نہ ملیں ۔ دوسرے شخص کے رومال اور تولئے سے اپنی آنکھیں صاف نہ کریں ۔ تیز دھوپ میں سوائے مجبوری کے نہ پھریں ۔ لکھتے پڑھتے وقت لمپ کی تیز روشنی آنکھوں پر نہ پڑے ۔ باریک حروف کی کتاب کم روشنی میں نہ پڑھیں ۔ بعض بچوں کی نظر کمزور ہوتی ہے وہ بتا تو نہیں سکتے ۔ لیکن دُور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتے ۔ مثلاً اُستاد نے جو تختۂ سیاہ پر لکھا ہو وہ پچھلی قطار میں بیٹھ کر اس کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتے ۔ بڑی عمر کا شخص تو نظر کی کمزوری کو خود بتا دے گا ۔ لیکن بچے نہیں بتا سکتے ۔ ضروری ہے کہ اُن سے تختہ سیاہ پر لکھ کر اُستاد دریافت کرے کہ ان کو حروف صاف نظر آتے ہیں یا نہیں ۔ ایسے بچوں اور شخصوں کی نظر Test کر کے عینک لگانی چاہیئے ۔ اگر دھوپ کی عینک لگائیں تو اس کے شیشے بڑھیا قسم کے ہوں ۔ ارزاں قسم کے شیشے نظر کو خراب کر دیتے ہیں ۔ یہ عینک صرف اس وقت لگائیں جبکہ تیز دھوپ میں جانا ہو ۔ بعض وقت رات کو بجلی کی نہایت تیز روشنی مثلاً آرک لائٹ میں بھی لگائیں ۔۔ الیکٹرک ویلڈنگ کے کام کے وقت ضرور لگائیں ۔ بغیر ضرورت یہ عینک استعمال نہ کریں ۔ ورنہ آنکھیں Too sensitive ہو جاتی ہیں اور تیز روشنی برداشت نہیں کر سکتیں ۔ سرموں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ۔ سرمہ میک آپ کے واسطے بھی آنکھ کے اندر نہ لگائیں ۔ اگر دوائی کی ضرورت ہو ۔ صرف سند یافتہ ڈاکٹر سے مشورہ کر کے جو دوائی وہ تجویز کرے اور جو طریقہ استعمال کا وہ بتائے اُسی کے مطابق استعمال کریں ۔ عورتوں میں یہ عیب ہوتا ہے وہ دوسری عورتوں کے کہنے سے اناپ شناپ چیزیں بچوں کی آنکھوں میں ڈال دیتی ہیں اور بچہ کی آنکھیں ہمیشہ کیلئے خراب ہو جاتی ہیں ۔ اس لئے خوب یاد رکھیں کہ آنکھوں کے لئے صرف وہی دوائی استعمال کریں ۔ جو کسی qualified medical doctor نے نسخہ لکھ کر بتائی ہو ۔ اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر استعمال کریں ۔ اکثر آنکھوں سے محروم اشخاص وہ ہوتے ہیں ۔ جن کی آنکھیں چیچک کے ساتھ ضائع ہو گئی ہوں ۔ اس لئے ہر ایک بچے کو چیچک کا ٹیکہ ضرور لگانا چاہیئے ۔ یہ عام باتیں ہیں جو آنکھوں کی حفاظت اور صفائی کے واسطے میں نے لکھی ہیں ۔

قدرت نے خود ایک لوشن آنکھوں کے دھونے کے لئے بنایا ہے ۔ اور آنسو ہیں ۔ جب آنکھ میں کوئی خراش دار چیز پڑ جاتی ہے قدرت فوراً اس لوشن سے آنکھ کو دھونا شروع کر دیتی ہے ۔

کان کی صفائی

کان کی تکلیف اکثر دو طرح سے شروع ہوتی ہے ۔ زیادہ تر اس کی وجہ گلے کی خرابی ہے ۔ بچوں میں خاص کر گلے کی خرابی سے کان میں سوزش ہو جاتی ہے ۔ بعد میں اس سوزش کی وجہ سے پیپ پڑ جاتی ہے ۔ اس طرح کان ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتا ہے دوسری وجہ باہر سے کان میں کوئی چیز پڑ جاتی ہے ۔ یا لکڑی یا نوکدار چیز سے کان کو کھجلاتا ہے ۔ جس سے زخم پیدا ہو جاتا ہے ۔ بعض وقت پردہ پھٹ جاتا ہے ۔ اس لئے کان کو صحت مند رکھنے کے لئے گلے کا صاف رکھنا اور کان کو باہر کی چیزوں سے بچانا ضروری ہے اگر کان میں کھجلی ہو جائے تو کسی پتلی سی لکڑی مثلاً دیا سلائی کی سیخ پر روئی لپیٹ کر وہ کان میں پھرا لیں ۔ غسل کرتے وقت اگر پانی کان میں چلا جائے تب بھی رومال تولیہ یا روئی سے اسی طرح صاف کر لیں ۔ نہایت کرخت آواز کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیں ۔ تاکہ کان آواز کے صدمہ سے محفوظ رہے ۔ کان میں کوئی دوا دارو یا کوئی اور چیز مستند ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر نہ ڈالیں ۔ اگر کان کی بیماری ہو تو بھی سوائے کوالی فائیڈ ڈاکٹر کے کسی کا علاج نہ کریں ۔

ناک کی صفائی

ناک کی صفائی کے لئے ضروری ہے ۔ کہ اپنا رومال استعمال کریں ۔ اور اس رومال کو حسبِ ضرورت دن میں ایک یا دو دفعہ تبدیل کر لیں ۔ استعمال شدہ رومال کو صابون اور گرم پانی سے خوب دھو لیں ۔ اگر جوش کھاتے پانی میں ڈبو لیں تو اور بھی اچھا ہے ۔ گندگی ۔ تیز بو ۔ اور خراش پیدا کرنے والے ابخرات سے بچیں ۔ زیادہ تیز خوشبوئیں بھی ناک کیلئے اچھی نہیں ۔ بعض اشخاص کی حس اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ان چیزوں سے فوراً زکام ہو جاتا ہے ۔ کھلی صاف تازہ ہوا ناک کو صحت مند اور صاف رکھتی ہے ۔ جن بچوں کا ناک چلتا ہو اُن کے کرتے میں ایک رومال سیفٹی پن کے ساتھ ٹانک دیں ۔ اور بچے کو ناک صاف رکھنا سکھائیں ۔ چھینک لیتے وقت ہمیشہ ناک کے سامنے رومال رکھیں ۔ زکام والے شخص کو مسجد ۔ مجلس وغیرہ جگہوں میں نہیں آنا چاہیئے ۔

منہ اور گلا کی صفائی

اکثر بیماریوں کا باعث منہ گلے اور دانتوں کی خرابی ہوتی ہے ۔ بچپن ہی سے منہ گلے اور دانت کی صفائی کی طرف توجہ دینی چاہیئے بچوں کے منہ کو ان کے والدین اپنے سامنے صاف کرائیں یا خود صاف کریں ۔ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ خوب دھوئیں اور کلی سے منہ صاف کریں ۔ پھر کھانا کھانے کے پہلے ہاتھ دھوئیں اور خوب مکمل کریں ۔ خوراک کے تمام ریزے منہ سے صاف ہو جائیں ۔ اگر دانتوں میں گوشت کے ریشے یا روٹی کے ٹکڑے پھنسے ہوں ان کو ایک صاف خلال سے نکال دیں ۔ اگر یہ خلال لکڑی کا ہو تو پھر اس کو پھینک دیں اگر دھات کا ہو ۔ تو آگ پر گرم کر کے ٹھنڈا کر لیں ۔ اگر بچہ چھوٹا ہو تو صاف روئی کا ایک ٹکڑا صاف پانی میں بھگو کر بچہ کی زبان اور منہ کے اندر سے صاف کر دیں ۔ اور یہ روئی کوڑے کے ٹین میں پھینک دیں ۔ اگر بچہ کے منہ کو اس طرح دن میں دو تین دفعہ صاف کر دیں ۔ تو بڑی اچھی بات ہے ۔ اگر پانی پکا کر ٹھنڈا کر لیں ۔ اور اس میں تھوڑا سا نمک ڈال کر اسی طرح استعمال کریں تو اور بھی اچھا ہے ۔ بڑی عمر کے آدمی کے واسطے بھی نمک پانی کے غرغرے بہت اچھے ہیں ۔

دانتوں کی صفائی

اگر دانتوں کی صفائی کی طرف سے غفلت برتی جائے یا ان کو باقاعدہ صاف نہ کیا جائے ۔ تو دانت بڑی جلدی خراب ہو جاتے ہیں مسوڑے اسفنجی ہو جاتے ہیں دانتوں پر میل جم جاتا ہے ۔ اور ان کی جڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے ۔ اسی طرح سے دانت جلدی گر جاتے ہیں اور یہ پیپ معدہ میں جا کر بہت سی بیماریوں کا باعث بنتی ہے ۔ ہماری خوراک کے دو بڑے جزو ہیں ۔ ایک نشاستہ (نشاستہ) اور شکر (ہر طرح کی مٹھائی)

دوسرا پروٹین (گوشت اور دال وغیرہ) اگر شارچ (روٹی چاول وغیرہ) کا جز یا مٹھاس (شکر) دانتوں میں رہ جائے۔ تو یہ خمیر ہو کر دو چیزوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک تیزاب جس کے باعث منہ سے بدبو آنے لگ جاتی ہے۔ دوسرا سرکہ اس کی تیزابی کیفیت ہوتی ہے۔ دانت کا اینمل تیزاب میں حل ہو جاتا ہے۔ جس کو عرف عام میں کیڑا لگ جانا کہتے ہیں۔ پروٹین (لحمی غذا) اگر دانتوں کے درمیان رہ جائے تو یہ سڑ کر عفونت اور بدبو پیدا کر دیتی ہے۔ اور اس سے دانتوں کی جڑوں میں پیپ پیدا ہو جاتی ہے اور پائیوریا کا مرض پیدا ہو جاتا ہے اب ہم بتاتے ہیں۔ کہ دانتوں کی صفائی کس طرح کرنی چاہیئے کھانا کھانے کے بعد منہ اور دانت صاف کرنے چاہییں۔ اگر مٹھاس سرکہ چٹنی وغیرہ ترش چیزیں کھائی ہیں۔ تو پہلے دانتوں کو انگلی اور پانی سے صاف کر لو۔ اس کے بعد ایک گلاس پانی میں ایک چٹکی سوڈا بائی کارب ڈال کر اس سے منہ اور دانتوں کو خوب صاف کر لیں اور اسی سے خوب کلی کر لیں۔ کھانے میں لحمی غذا (گوشت اور دال وغیرہ) بھی تو پہلے خلال کر کے اس کے ریشے اور ذرّے دانتوں میں سے نکال دیں۔ پھر صاف پانی سے خوب اچھی طرح منہ اور دانت صاف کریں۔ یہ تو کھانا کھانے کے بعد کی صفائی بتائی ہے۔ اب ہم صبح کو۔ جو منہ اور دانتوں کو صاف کرتے ہیں۔ اس کی بابت کچھ ذکر کرتے ہیں۔ اگر کیکر (ببول) یا نیم کی تازہ مسواک مل جائے یہ سب سے اچھی چیز ہے۔ خوب چبا کر بالکل ملائم کر لو۔ اور اس سے دانتوں اور مسوڑوں کو اچھی طرح ملو۔ پھر کلی کرو۔ اس مسواک کو استعمال کے بعد پھینک دو۔ اور اگر برش اور ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنی ہو۔ تو سخت برش ہرگز استعمال نہ کریں۔ ٹوتھ پیسٹ برش پر لگا کر پہلو بہ پہلو اور اوپر نیچے دونوں طرف برش کو پھرائیں۔ دانتوں کو اندر کی طرف سے بھی صاف کریں۔ اس کے بعد صاف پانی سے منہ اور دانت صاف کر لیں۔ استعمال کے بعد برش کو صابون سے دھو کر ایک گلاس میں لوشن میں ڈبو دیں۔ سب سے اچھا لوشن اس مطلب کے واسطے ڈی ٹول دس قطرے ایک گلاس پانی میں ڈال لیں۔ یا لائی سال تین قطرے ایک گلاس پانی میں برش کو لوشن میں ڈبونے سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو برش نرم رہے گا۔ دوسرے منہ اور دانتوں سے جو جراثیم اس میں لگیں گے۔ وہ لوشن میں مر جائیں گے۔ کبھی کبھی دانتوں کو صابون (سن لائٹ) سے برش کے ساتھ صاف کرنا اچھا ہے۔ یا ایک گلاس پانی میں ایک چٹکی سوڈا بائی کارب ڈال کر اس کو منہ میں لے کر برش کے ساتھ خوب صاف کریں اس طرح پورا گلاس استعمال کریں۔ صابون اور سوڈا بائی کارب کے استعمال کے بعد پوٹاشیم پرمینگناس کا ایک دانہ ایک گلاس پانی میں ڈال کر اس سے کلی اور غرغرہ ضرور کریں۔ ویسے بھی پوٹاشیم پرمینگناس (ایک دانہ ایک گلاس پانی میں) سے منہ اور گلے کو کلی اور غرغرہ کے ذریعہ دن میں دو تین دفعہ صاف کرنا بہت اچھا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اگر برش سے منہ اور دانت صاف کئے جائیں۔ تو انشاء اللہ دانت نہایت اچھے رہیں گے۔ اور منہ کی تکلیفوں سے بھی نجات رہے گی۔

دانتوں کی مضبوطی کے واسطے تازہ سبزی اور پھلوں کا کھانا بھی ضروری ہے۔ اگر کسی جگہ یہ چیزیں نہ ملیں تو 'C' ٹیبلٹ کا کھانا ضروری ہے۔ بعض اقوام میں دانت خاص طور پر مضبوط ہوتے ہیں۔ مثلاً عرب ان کی خوراک زیادہ تر کھجوریں ہیں۔ لیکن ان کے دانت اچھے ہوتے ہیں بعض جگہوں کے پانی میں خاص عنصر (فلورک ایسڈ کے مرکبات) زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سے دانت کا اینمل مضبوط ہو جاتا ہے اور انہیں کیڑا نہیں لگتا۔ (زخم نہیں ہوتا)

بالوں کی صفائی

بالوں کا صاف رکھنا بھی ضروری ہے بالوں کی نرمی اور سختی کا انحصار آب و ہوا پر ہے۔ سرد ملکوں کے لوگوں کے بال ملائم۔

نرم اور زیادہ ہوتے ہیں۔ گرم ملکوں کے لوگوں کے بال سخت اور کم ہوتے ہیں۔ بالوں کی بناوٹ قوموں پر بھی ہے گرم علاقہ میں حبشی بھی ہیں۔ جن کے بال ایک خاص قسم کے ہیں۔ اور عرب بھی۔ جن کے بال ان سے بالکل مختلف ہیں۔ بہر حال بالوں کا صاف رکھنا سب پہ فرض ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو اور کسی ملک کا باشندہ ہو۔

بدن کے غیر ضروری بال استرے۔ یا دوائی سے نکال دئے جائیں۔ اس میں صرف اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ استرا یا تو اپنا ہو اور سپرٹ یا لوشن سے صاف کیا ہوا ہو۔ اگر کسی حجام کا یا کسی دوسرے شخص کا ہو تو اس کو جوش کھاتے پانی میں کچھ دیر ڈبوئے رکھیں۔ پھر استعمال کریں۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ یہ اوزار کسی ایسے شخص نے استعمال کیا ہو جس کو کوئی چھوت دار مرض لگا ہو۔ اور اس طرح سے یہ مرض اس اوزار کے ذریعہ دوسرے شخص کو لگ جائے۔

بعض بال صفا پاؤڈر اور pastes جلد میں سوزش پیدا کر دیتے ہیں۔ بعض سے آبلے اور پھنسیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پس ان ادویات کے استعمال میں احتیاط لازمی ہے۔ آج کل safety razors اور بجلی سے گھومنے والے Razors نکلے ہیں جو بہت مفید ہیں۔ بال صاف کرنے سے پہلے بالوں کو خاص قسم کے صابون سے ملائم کر لینا چاہیئے۔ جیسا کہ عام shaving کے وقت کیا جاتا ہے۔ بال صاف کرنے کے بعد صابون سے دھو کر کریم وغیرہ لگا لیں۔

مرد کے لئے ڈاڑھی مونچھوں کا سوال غور طلب ہے جو بالکل clean shave کرتے ہیں۔ ان کی بابت اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ جو ڈاڑھی مونچھیں رکھنا چاہیں وہ ڈاڑھی کو شریعت کے مطابق اچھا خوبصورت بنا کر رکھیں۔ مونچھوں کی بابت یہ ہے۔ کہ یہ منہ میں نہ جائیں۔ اوپر کے ہونٹ کے کنارے تک رہیں۔ اس طرح کھانا کھاتے وقت خوراک بالوں میں نہیں لگیگی۔

بالوں کا دھونا اور صاف کرنا

قدرت بالوں کی جڑوں سے ہی ایک مادہ پیدا کرتی ہے جو بالوں کی حفاظت کرتا ہے (لیکن فضا کا گرد و غبار اور دیگر اشیاء کے ذرات جو ہوا میں موجود ہوتے ہیں) لیکن فضا کا گرد و غبار اور دیگر اشیاء کے ذرات جو ہوا میں موجود ہوتے ہیں وہ اس مادہ کے ساتھ مل کر بالوں پر جم جاتے ہیں۔ اس طرح بال موٹے سخت اور بدنما ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا دھونا ضروری ہوتا ہے۔ جب صابون وغیرہ نہیں تھے تب کھلی اور گاچنی مٹی وغیرہ بالوں کے دھونے کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔ لیکن اب طرح طرح کے صابون بنائے گئے ہیں۔ ان میں سے وہ صابون اچھے ہیں جنہیں الکلی اور چکنائی دونوں balanced ہو گئی ہو۔ کیونکہ اگر الکلی زیادہ ہو گی۔ تو اس سے دھونے سے بال سخت اور کھردرے ہو جاتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں۔ پس اچھا صابون استعمال کریں اور بالوں کو خشک کر کے تیل لگائیں تیل بھی ایسا ہو جس میں چکناہٹ اور خراش پیدا کرنے والے اجزاء کم ہوں۔ ایسا تیل کھوپرے (ناریل) کا تیل ہے۔ اس سے بال ملائم رہتے ہیں۔ جلد پر بھی اثر خراب نہیں ہوتا جن ملکوں میں ناریل کا تیل بالوں میں لگاتے ہیں۔ (مثلاً بنگال میں) وہاں کے مرد اور عورتوں کے بال ملائم اور لمبے ہوتے ہیں۔ ولائتی تیلوں میں اکثر پیرافین پڑی ہوتی ہے۔ یہ انسانی بدن میں جذب نہیں ہوتی۔ یہ بال یا بدن پر ایک طرح کا غلاف بنا دیتی ہے۔ اندر کی چیزوں کو باہر نہیں آنے دیتی۔ لیکن خود جذب نہیں ہوتی۔ بعض کریم اور تیل ایسے بھی چلے ہیں جن میں چکناہٹ نہیں ہوتی اور پانی سے دھوئے جا سکتے ہیں۔ ان میں Soft soap اور گلیسرین کا جزو ہوتا ہے۔ یہ چیزیں بالوں کو چمکیلے بنا دیتی ہیں اور ان کی تہ بھی بٹھا دیتی ہیں۔ لیکن بالوں کی خوراک یہ نہیں ہو سکتی

میرا خیال یہی ہے ۔ کھوپرے کا تیل ہی سب سے اچھا ہے اگر یہ نہ ملے تو سرسوں کا تیل استعمال کریں ۔

بالوں میں کنگھا کرنا ضروری ہے ۔ اس سے بالوں کی الجھنیں اور فیمیدہ پن دور ہو جائے گا اس کے علاوہ کنگھا کرنے سے بالوں کی جڑوں پر اچھا اثر پڑتا ہے ایک طرح سے بالوں کی ورزش مہیا ہو جاتی ہے ۔ بال مضبوط اور ملائم ہو جاتے ہیں کنگھا کرنے میں چند باتیں ضروری ہیں ۔ ایک تو دوسرے شخص کا کنگھا استعمال نہ کیا جائے ۔ دوسرے اپنا کنگھا بھی دوسرے شخص کو نہ دیا جائے ۔ کبھی کبھی کنگھے کو کسی چیز سے اس کے دندانوں کے درمیان کی میل نکال کر گرم پانی صابون اور برش سے خوب صاف کر لیا جائے ۔ اس طرح سے ایک شخص کی جلدی اور بالوں کی بیماری دوسرے اشخاص کو نہیں لگے گی ۔

کپڑوں کی صفائی

شخصی ذاتی صفائی میں کپڑوں کی صفائی بھی آجاتی ہے ۔ اس پر بھی ہم کچھ بحث کرتے ہیں ۔ کپڑے پہننے سے تین فائدے ہیں ۔

(۱) انسانی بدن کے ننگ کو ڈھانکنا ۔

(۲) انسانی بدن کو فضائی اور موسمی تاثرات سے محفوظ رکھنا

(۳) زینت ۔

(۱) انسانی بدن کے ننگ کو ڈھانکنا ۔ پوشاک کی اصل غرض تو یہی ہے ۔ اس لئے پوشاک ایسی ہو کہ بدن کے وہ حصے جن کو ہم ڈھانپنا چاہتے ہیں وہ کھلے نہ رہیں ۔ اور نہ ہی نمایاں ہوں ۔ بدن کی حرکت اور ہوا کی تیزی پوشاک کو ہمارے ان حصوں پر سے اٹھا نہ دے ۔ نہ ہی پوشاک اتنی تنگ ہو کہ ہمارے بدن کی حرکات میں خلل انداز ہو ۔ یا ایسی معلوم ہو کہ بدن پر ایک تنگ غلاف چڑھایا ہوا ہو میں یہاں پردہ کا بحث نہیں کر رہا ۔ بلکہ ایک عام اصول بتا رہا ہوں ۔

انسانی بدن کو فضائی اور موسمی تاثرات سے محفوظ رکھنا ۔ گرم ملکوں میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمارے بدن کو گرمی سے محفوظ بھی رکھیں اور بدن کے پسینہ کو جذب بھی کریں ۔ ایسے ملک کے واسطے روئی کے بنے ہوئے کپڑے جو ہلکے بھی ہوں اچھے ہیں ۔ ریشمی کپڑے گرم آب و ہوا کے لئے اچھے نہیں ۔ ان میں گرمی زیادہ محسوس ہوتی ہے ۔ اور یہ پسینہ کو بھی جذب نہیں کرتے گرم ملکوں میں کپڑوں کو دھونا نہایت ضروری ہے ۔ تاکہ پسینہ اور انسانی بدن کی میل جو پسینہ کے ساتھ کپڑوں میں لگ جاتی ہے ۔ اس سے کپڑے صاف ہو جائیں ۔ گرمی کا اثر سر اور ریڑھ پر زیادہ ہوتا ہے ۔ لہٰذا دھوپ سے ان دونوں کو بچانا ضروری ہے ۔

سرد ملکوں اور سردی کے موسم میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہے جو جسم کو سردی سے محفوظ رکھیں ۔ ان کپڑوں میں احتیاط رکھیں کہ ضرورت سے زیادہ بھاری نہ ہوں ۔ جسم کی حرکات اور کام کرنے میں خارج نہ ہوں ۔ اسی طرح بچوں کے کھیلنے کودنے میں رکاوٹ نہ ڈالیں ۔ یہ اصول یاد رکھیں ۔ کہ جہاں حفاظت ضروری ہے وہاں حد سے زیادہ (یعنی ضرورت سے زیادہ) حفاظت بدن کو حساس اور نازک بنا دیتی ہے ۔

حرارت کی ذرا سی تبدیلی بدن پر برا اثر پیدا کر دیتی ہے ۔ زکام نمونیہ اور دیگر امراض پیدا کر دیتی ہے ۔ ضروری نہیں کہ کپڑے قیمتی ہوں ۔ ارزاں کپڑے بھی وہی فائدے دے سکتے ہیں ۔ بشرطیکہ غور و فکر کے ساتھ خریدے جائیں ۔

سردی کا اثر زیادہ تر پاؤں اور سینہ پر سردی لگنے سے ہوتا ہے ۔ ہر وقت جرابیں اور بوٹ پہننے سے بھی پاؤں Sensetive حساس ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں دوڑا یا چلا جائے ۔ خاص کر بچوں کو ۔ لیکن پانی ۔ سیلاب کیچڑ اور گند وغیرہ سے پاؤں کو بچایا جائے ۔ ایسے ہی کانٹا کنکر پتھر وغیرہ سے ان کو بچایا جائے ۔ سرد ملکوں میں بھی کپڑوں کو دھونا اور صاف رکھنا ضروری ہے ۔ ورنہ ان میں جوئیں پڑ جاتی ہیں

ذاتی کپڑوں میں بستر اور اس کی چادر وغیرہ بھی آجاتی ہے چارپائی کو ہفتہ میں ایک دو دفعہ دھوپ میں ڈال کر لکڑی سے کوٹنا چاہیئے۔ تاکہ کھٹمل اس میں سے نکل جائیں۔ بستر کی چادر اور تکیہ کا غلاف دھو کر صاف کرتے رہیں۔ ان پر میل نہ جمنے دیں۔ ہفتہ میں ایک دفعہ سارا بستر دھوپ میں پھیلا دیا جائے۔ رضائی اور گدا بھی صاف رکھیں۔ رضائی اور گدے کی سلائی کھول کر روئی الگ کرلیں کپڑے کو دھو کر صاف کرلیں اور روئی دوبارہ پنجوا کر بھرلیں چھوٹے بچے اکثر بستر پر پاخانہ پیشاب کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے برساتی کا ایک ٹکڑا بستر پر بچھالیں۔ اور برساتی پر ایک کپڑا ڈال کر بچے کو لٹائیں۔ اس طرح بچہ اگر پاخانہ پیشاب کرے گا تو وہ کپڑا ہی خراب ہوگا۔ جو بدلا اور دھویا جاسکتا ہے۔ باقی بستر برساتی کے ذریعہ محفوظ رہے گا۔ بہتر تو یہ ہے کہ بچے کو سونے سے پہلے پاخانہ پیشاب کرا لیا جائے اور اس کو ایسی عادت ڈالی جائے کہ وہ بستر اگندا نہ کرے۔ بستر کے تمام کپڑے الگ الگ کرکے ہر روز جھاڑنے چاہئیں۔ بعض بستر میں زہریلے جانور اور کیڑے گھس جاتے ہیں۔ پھر احتیاط کے ساتھ بچھانے چاہئیں۔ اسی طرح رات کو پہننے کے کپڑے الگ ہونے چاہئیں ان کو بھی صاف رکھا جائے۔ جو کپڑے استعمال میں ہوں لیکن رات کے وقت اتارے جائیں۔ ان کو صاف کھونٹیوں پر لٹکایا جائے۔

سر پہ تیل لگانے سے ٹوپی اندر کی طرف سے خراب ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کے اندر کی طرف ایسا استر یا کپڑا ہو جو دھویا جا سکے۔ یا بدلا جا سکے۔ پگڑی تو آسانی سے دھوئی جا سکتی ہے۔ اب چونکہ پوشاک پر بحث چل پڑی ہے۔ میں اس ضمن میں کچھ اور بھی لکھ دیتا ہوں۔ پاکستان میں سوائے ان افراد کے جو اپنی آمد کے واسطے ٹیڑھے راستے استعمال کرتے ہیں۔ اشیاء خواہ خوردنی ہوں یا پوشاک وغیرہ کی ہر روز قیمت میں اوپر کو جا رہی ہیں۔ پس ہمارے واسطے ضروری ہے کہ ہم ان چیزوں میں نہایت کفایت شعاری برتیں۔ عورتیں اور لڑکے اخراجات میں ہمارے لئے ایک بلا بنے ہوتے ہیں۔ ان کو خوشنما رنگ اور نئے سے نئے ڈیزائین کی چیز چاہیئے۔ اس کے فائدہ یا نقصان کی طرف ان کا خیال نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان اخراجات کو پورا کرنے کی غرض سے ان کو آمدنی کے ہر طرح کے وسائل اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ خواہ وہ جائز ہوں یا ناجائز۔ اگر ان چیزوں کو استعمال کرنے سے پہلے۔ کفایت شعاری اور چیز کے نفع و نقصان اور اپنی جیب پر غور کر لیا جائے۔ تو بہت حد تک انسان برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ ارزاں کپڑا جو مضبوط اور بدن کی حفاظت کرنے والا ہو بہت اچھا ہے۔ بشرطیکہ سلا ہوا اچھا ہو۔ صاف ہو۔ اور مناسب طریقہ کے ساتھ پہنا جائے۔ اگر ہم اپنا دماغ اس بات پر غور کرنے کے لئے استعمال کریں۔ کہ ہم کس طرح جائز کفایت شعاری کر سکتے ہیں۔ کس طرح ایک چیز کو زیادہ سے زیادہ استعمال کے قابل بنا سکتے ہیں۔ اور کس طرح اسی چیز کو خوبصورت اور دلکش بنا سکتے ہیں تو یقیناً ہماری بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ (باقی آئندہ)

رسالہ الفرقان کو زیادہ بہتر اور پورے طور پر باقاعدہ بنانے کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کہ آئندہ کے لئے مکرم مولوی خورشید احمد صاحب شاد مستقل طور پر بطور مینیجر کام کریں گے۔ انشاء اللہ

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری

الفرقان کا آئندہ پروگرام

۱۔ رسالہ الفرقان کے بارے میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

اس ارشاد کی روشنی میں احباب جماعت کا فرض ہے۔ کہ ہر طرح سے اس رسالہ کی توسیع اشاعت کی کوشش فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاونین کی امداد فرمائے آمین۔

۲۔ ایک مخلص دوست نے تحریک فرمائی ہے کہ رسالہ میں سوالات اور جوابات کے لئے صفحات مخصوص کئے جائیں۔ اور ہر نمبر میں کم از کم چار صفحے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ صفحے اس کے لئے مخصوص ہوں۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق آئندہ نمبر سے احباب کے سوالات کے جوابات بھی خود رسالہ میں لکھا کرونگا۔ انشاء اللہ۔ احباب اپنے پیش آمدہ مذہبی سوالات ایڈیٹر الفرقان ربوہ کے نام بھجواتے رہیں۔

۳۔ اسی دوست نے یہ بھی تحریک کی ہے کہ Donation کے ذریعہ رسالہ کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے اور اسی طرح رسالہ کی اعانت کرنے والے احباب کے نام بطور معاونین بغرض تحریک دعا رسالہ میں ضرور شائع کئے جایا کریں۔ اس تحریک کے مطابق بھی عمل کیا جا رہا ہے۔ احباب کرام اس طرف بھی توجہ فرما کر ممنون فرماویں۔ نیکی کے مختلف دروازے ہیں۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ انسان ہر نیکی میں حصہ لے سکے۔

۴۔ رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی پانچ تاریخ مقرر ہے۔ اگر کسی دوست کو اس کا رسالہ مہینے کی پندرہ ۱۵ تاریخ تک نہ پہنچے تو اسے فوراً دوبارہ طلب کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد رسالہ قیمتاً بھیجا جایا کرے گا۔

۵۔ خریدار احباب کو اگر گزشتہ سالوں کے کسی رسالہ کی ضرورت ہو تو وہ فوری طور پر طلب فرمالیں ورنہ کچھ عرصہ کے بعد یہ نادر تحفے نایاب ہوجائیں گے اور کسی قیمت پر نہ مل سکیں گے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۵۹ء تک خریدار اصحاب کو پرانے رسالے نصف قیمت پر مل سکتے ہیں۔ پرانے آٹھ سالوں کے موجودہ سیٹ پر قریباً پچیس روپے صرف ہوتے ہیں۔

۶۔ انتظامی امور اور خریداری کے لئے خط و کتابت مینیجر صاحب الفرقان کے نام ہو۔ اور مضامین اور سوالات ایڈیٹر کے نام ارسال فرماویں۔

ابوالعطاء جالندھری
ایڈیٹر الفرقان۔ ربوہ

ہمارے عقائد

(از جناب قاضی محمد یوسف صاحب قاضی خیل ہوتی مردان)

اللہ کو نہ بھولیں سب مدعا یہی ہے
دونوں جہاں میں سب کا بس آسرا یہی ہے

دل ورد ہو خدا کا لب پر ثنا ہو اس کی
اس زندگی کا مقصد اور منتہا یہی ہے

ایاک نعبد اور ایاک نستعین سب
کہتے رہیں ہمیشہ اصلی دعا یہی ہے

اللہ کا باپ بیٹا کوئی نہیں ہے ہرگز
وہ لاشریک واحد مولا مرا یہی ہے

اللہ کے سوا سب مخلوق ہیں خدا کے
ہر چیز کا سہارا، صبح و مسا یہی ہے

اسلام اس کا دین ہے [illegible]
ادیان میں سے اب دین خدا یہی ہے

اللہ نے بھیجا خیر الرسل [illegible]
وہ خاتم النبیین خیر الوریٰ یہی ہے

وہ انبیاء میں کامل شارع [illegible]
وہ بہترین اسوہ اور مقتدا یہی ہے

سالار اصفیاء ہے سردار انبیاء ہے
اقوام جملہ عالم کا پیشوا یہی ہے

اے طالبان رہبر فخر الرسل [illegible]
حق سے ملانے والا وہ رہنما یہی ہے

قرآن کتاب [illegible] اترا ہے اس کے دل پر
ظلمات کفر میں اب نور و ضیا یہی ہے

وہ ناسخ الشرائع منسوخ اب نہ ہوگی
وہ دائمی شریعت حق بے خطا یہی ہے

تورات وید و شاستر قصے ہیں سب پرانے
اللہ کا عہد نو اب ہم کو ملا یہی ہے

جو لوگ منتظر ہیں عیسیٰ ناصری کے
کہہ دو وہ مر گیا ہے بس فیصلہ یہی ہے

مژدہ سنایا جس کا عیسیٰ نبی نے ہم کو
وہ آنے والا احمد وہ مہدیا یہی ہے

آنا تھا جس نے [illegible] مثیل عیسیٰ
وہ قادیاں میں آیا اب حق نما یہی ہے

مجھ کو قسم خدا کی احمد کو جس نے بھیجا
وہ آنے والا داعی اور رہنما یہی ہے

خیر الامم کی کشتی [illegible]
جس نے بچایا اس کو وہ ناخدا یہی ہے

جو نعمتیں خدا کی مسدود ہو چکی ہیں
ان نعمتوں کا [illegible] اب در کشا یہی ہے

نبیوں کو جو نہ مانے یا ان سے منحرف ہو
دوزخ کا ہے گا ایندھن اس کی سزا یہی ہے

جتنے نبی تھے آئے شارع ہوں یا کہ تابع
ہم سب کو مانتے ہیں اپنی ندا یہی ہے

یوسف نے کہہ سنائی وہ بات جو کہ حق تھی
جو حق کو حق نہ مانے بس نا روا یہی ہے

عطیہ جات

احباب کو معلوم ہے کہ رسالہ الفرقان ایک تبلیغی رسالہ ہے اور اس کا مقصد قرآنی علوم و حقائق کی اشاعت اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا ہے۔ اسے دوسرے دنیوی رسالہ جات کی طرح نہ تو اشتہارات سے نبرد کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی ذرائع امداد ہیں۔ بایں ہمہ بہت سے طالبان حق کی درخواستیں آتی رہتی ہیں کہ ہمارے نام رسالہ الفرقان بلا معاوضہ جاری کیا جائے

ظاہر ہے کہ رسالہ کی اشاعت کی توسیع اور طالبان حق کی درخواستوں کی تعمیل کے لئے اشد ضروری ہے کہ صاحب وسعت احباب اپنے عطیہ جات سے اس رسالہ کو نوازتے رہیں۔ ہم ہر ماہ ایسے احباب کا نام تحریک دعا کے طور پر شائع کرتے رہیں گے

اس ماہ ذیل کے عطیہ جات موصول ہوئے ہیں

۱۔ محترمہ قانتہ صدیقہ بیگم صاحبہ بنت مکرم چوہدری مسعود احمد صاحب خورشید کراچی سو روپیہ ۲۔ محترم نیاز احمد صاحب بحرین [illegible]

۳۔ محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ لیڈی ڈاکٹر کراچی — دس روپیہ — جزاھم اللہ خیرا

— مینیجر الفرقان ربوہ —

شربت شفا

کے متعلق حکیم عبد الرشید صاحب ارشد

سند یافتہ طبیہ کالج علی گڑھ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپکی دوا شربت شفا اپنی والدہ و اہلیہ و بچوں کو استعمال کروایا۔ واقعی یہ شربت نزلہ، زکام، کھانسی اور انفلوئنزا کے لئے نہایت زود اثر ہے۔ آج تک دیسی ادویہ میں سے ایسی دوا ان امراض کے لئے میرے تجربہ میں نہیں آئی"

قیمت — بڑی شیشی ۴ اونس ایک روپیہ
چھوٹی شیشی ۲ اونس ۱۰ آنے

ملنے کا پتہ:۔ خورشید یونانی دواخانہ
گولبازار۔ ربوہ (پاکستان)

شفا پائیوریا (منجن)

پائیوریا (گوشت خورہ) کا حتمی علاج
یہ منجن تجربہ کے بعد پائیوریا کے لئے
بہت مفید ثابت ہوئی ہے مسوڑھوں کی جملہ
بیماریوں مثلاً ورم، درد، پیپ آنا وغیرہ
اس کے چند روزہ استعمال سے بفضلہ دور
ہو جاتی ہیں۔

قیمت۔ بڑی شیشی ایک روپیہ ۸ آنے
چھوٹی شیشی ۱۲ آنے

ملنے کا پتہ:۔
خورشید یونانی دواخانہ
گول بازار ربوہ (پاکستان)

طابع و ناشر۔ ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر دفتر الفرقان سے شائع کیا۔